دارالعلوم دیوبند کا علمی، دینی، اصلاحی ماہنامہ

# دارالعلوم

نگرانِ اعلیٰ
حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ

مدیر
ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر

# کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی کی چند مقبول عام کتب

## اشرفیہ بہشتی زیور

مکمل مدلل بحاشیہ جدیدہ ومفیدہ

جس کا علمائے دیوبند کی ایک ذمہ دار جماعت سے جدید تحشیہ بڑے اہتمام کیساتھ کرایا گیا ہے جس میں تمام فقہی مسائل کے علاوہ دفتر میں آلات جدیدہ سے متعلق مسائل کا تحقیق وتدقیق کے ساتھ اضافہ کرایا گیا ہے جو رائج الوقت بہشتی زیوروں سے ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے بڑھا ہوا ہے کتابت کھلی کھلی ہر قلم کتابت جلی ہے جس کو بوڑھے بچے بآسانی پڑھ سکتے ہیں۔ جدید اضافات کی وجہ سے صفحات بہت بڑھ گئے ہیں یعنی تیرہ سو سے زائد ہوگئے ہیں۔ قیمت ان تمام خوبیوں کے باوجود صرف پندرہ روپے۔ تاجروں کو معقول کمیشن دیا جاویگا

## تسہیل المنطق

جس کو دارالعلوم دیوبند کے مشہور استاذ نے سلیس اور عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ اگر اس رسالہ کی اصطلاحوں کو یاد کرلیا جائے تو فن منطق کی آگے کی تمام بڑی بڑی کتب سہل وآسان ہوجائیں گی قیمت صرف پانچ آنے (۵ر)

فہرست کتب مفت طلب فرمائیے

## انوار العلوم شرح اردو سلم العلوم

جو استاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کی اصل تقریر کا مجموعہ ہے آخر میں سلم العلوم کے مشکل مشکل مواقع جو مدارس اسلامیہ اور یونیورسٹیوں کے امتحانات کے موقعہ پر سوالات کی صورت میں آتے ہیں تصورات کے انتیس سوال تصدیقات کے پچاس سوال لکھے گئے ہیں جنکو اگر امتحان سے قبل یاد کرلیا جائے تو اعلےٰ درجہ کی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ قیمت صرف چار روپیہ (للعہ)

## مصباح الفلاح مکمل شرح اردو تلخیص المفتاح

جسکو دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ حضرت مولانا افتخار علی صاحب حال پروفیسر انٹر کالج میرٹھ نے سلیس اردو زبان میں لکھکر شائع کرایا ہے۔ قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے۔ (۲ع)

## مصباح التہذیب شرح اردو شرح تہذیب جدید

دوسرا ایڈیشن جسکو اس مرتبہ خاص اہتمام کیساتھ عمدہ کھلی کھلی کتابت کراکر شائع کیا ہے قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے

نوٹ) فرمائش کے ہمراہ لفظ جدید لکھنا نہایت ضروری ہے۔

## مصباح العوامل ترجمہ شرح اردو شرح مأۃ عامل

جسکو دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ نے دیکھکر پسند فرمایا ہے جو دیگر شروحات سے مستغنی کرنیوالی ہے آجکل کی شروحات وتراجم کی طرح اغلاط سے مبرا ہے شروع میں چار صفحہ کا لاجواب مقدمہ بھی شامل ہے قیمت صرف دو روپیہ رعایتی ایک روپیہ چار آنے۔

## مصباح الحواشی شرح اردو اصول الشاشی

جسکو دارالعلوم دیوبند کے مشہور اساتذہ نے نہایت غور کیساتھ نظر ثانی سے مزین فرمایا ہے اور شارح نے بہت جانفشانی اور تحقیق سے کام لیتے ہوئے اصولی چیزوں کو سلیس اور عام فہم اردو زبان میں نئے انداز بیان کیساتھ تحریر فرمایا ہے جو طلبا کیلئے بیحد مفید ثابت ہوگی۔ قیمت صرف تین روپیہ۔ رعایتی دو روپیہ آٹھ آنہ۔

## مصنفات شرح اردو

### مرقات

دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ حضرت مولانا افتخار علی صاحب نے بہترین سلیس اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے جس سے کیسا ہی غبی سے غبی طالب علم کیوں نہ ہو استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔

قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے۔

## ایضاح المطالب شرح اردو

### کافیہ

کافیہ کی مقبول ومشہور شرح ہے جس کا الحمدللہ اس وقت سولھواں اڈیشن ہے۔ ہر اڈیشن شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوجاتا ہے۔ انشاءاللہ آپ کو اس سے بہتر اور جامع کافیہ کی شرح نہیں ملے گی۔

قیمت صرف تین روپیہ (۳ر)

## مصباح النحو شرح اردو ہدایۃ النحو

جسکو دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ نے تحریر فرمایا ہے اسکے علاوہ دارالعلوم کے کہنہ مشق اساتذہ سے بھی اسکی نظر ثانی کرائی گئی ہے۔ قیمت صرف تین روپے آٹھ آنے۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیے

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ہر قسم کی درسی وغیر درسی وعلمائے دیوبند کی جملہ تصانیف قرآن مجید حمائلیں۔ قاعدے وپارے۔ نہایت عمدہ وارزاں ملنے کا

**منیجر کتب خانہ امدادیہ دیوبند یوپی**

جلد ۲ ——— شمارہ ۴

دار العلوم دیوبند کا دینی علمی ماہنامہ

# دار العلوم

ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ مطابق جنوری سنہ ۱۹۵۲ء

:- نگرانِ اعلیٰ :-

حضرت مولانا الحاج محمد طیب صاحب مدظلہ

مدیر

ابن الانور سید محمد ازہر شاہ قیصر

رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی پندرہ تاریخ کو شائع ہوگا

چندہ سالانہ

ہندوستان و پاکستان سے چار روپے

ممالک غیر سے ۸ شلنگ، فی پرچہ ۶ ر آنے

طابع و ناشر سید محمد ازہر شاہ قیصر مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس دہلی

مقام اشاعت دار العلوم دیوبند

## فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# "حرف آغاز"

(سید محمد ازہر شاہ قیصر)

شروع میں ہم نے ارادہ کیا تھا کہ ایسے مسائل پر جن کا تعلق مسلمانوں کی زندگی کے کسی۔۔۔ نہ کسی شعبہ سے ہو سکتا ہے دینی نقطہ نظر سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہیں گے اور اس طرح اپنے حلقہ کو سیاسی مدوجزر کے دینی اور مذہبی رُخ سے باخبر رکھیں گے۔ اور جب کبھی ہم نے "حرف آغاز" لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ایسے بہت سے مسائل کی اہمیت نے تقاضہ کیا کہ بحث و نظر کا موضوع ہمیں بنایا جائے لیکن ہم شروع سے اپنی ضروریات میں اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ اپنی باتوں کے سوا ہمیں داستان غیر بیان کرنے کی فرصت ہی نہیں ملی ہر چند چاہا کہ جو وقتی مسائل اس وقت ہماری زندگی پر اثر انداز ہیں ان کی تفصیل و تشریح کے لئے کچھ وقت۔ اور کچھ گنجائش نکل آئے لیکن چونکہ اپنے ہمدردوں سے براہ راست بات چیت کرنے کا کوئی اور موقعہ ہمیں میسر نہیں اس لئے "حرف آغاز" ہی ان دوستانہ مخاطبات و مکالمات پر صرف ہوتا رہا اور رسالہ کی ضروریات اب بھی اس درجہ میں باقی ہیں کہ ہمیں ابھی دوسرے مسائل پر اظہار خیال کرنے کے لئے کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔ گذشتہ آٹھ نو ماہ میں رسالہ دار العلوم کی اشاعت وکامیابی کی جو رفتار رہی ہے۔ اور احباب نے اس کی توسیع اشاعت کے لئے جتنی کچھ سعی فرمائی ہے "ہمارے معاونین" کے کالم میں ہم ان کی تفصیل برابر بیان کرتے رہے ہیں۔ یہ بڑی ناشکری ہوگی کہ ہم ان دوستوں کے مخلصانہ تعاون۔ اور اس کے اچھے نتائج کا اقرار نہ کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ہمدردوں نے رسالہ کو کامیاب بنانے کے لئے کافی محنت کی ہے۔ بہت سے دوست ہندوستان میں ہمارے لئے مستقل طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور ان کی سعی سے خریداروں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اور پاکستان میں تو کئی بزرگ انے خاص بڑی توجہ۔ اور دلچسپی کے ساتھ رسالہ کے لئے جگہ پیدا کر رہے ہیں۔ کوئی ڈاک ایسی نہیں ہوتی جس میں ہمیں ان دوستوں کی معرفت دو چار خریدار نہ ملتے ہوں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ چونکہ بڑی کفایت کے ساتھ اس وقت رسالہ کے ماہانہ مصارف سات سو روپے سے کم نہیں ہوتے باوجودیکہ ایک اڈیٹر، صرف ایک کلرک۔ اور ایک کاتب کی اعانت سے اپنے تمام اوقات صرف کر کے رسالہ کا کام کر رہا ہے۔ اور زائد اخراجات سے دفتر کو بچانے کا خیال ہر ہر قدم پر ملحوظ خاطر ہے مگر خرچ کے مقابلہ میں آمدنی کی مقدار بہت کم۔ اور بہت ہی کم ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ اپنے ہمدردوں سے توسیع اشاعت کے لئے مزید تقاضہ کریں۔ مالی حیثیت سے ہمارا اندازہ ہے کہ اگر دو ہزار مستقل خریدار رسالہ کے لئے فراہم ہو جائیں تو ہم رسالہ کا خرچ نکال سکتے ہیں۔ رسالہ کو مضامین کی حیثیت سے کامیاب۔ اور مالی اعتبار سے مضبوط بنانے کے لئے ہم سے اپنے ناتواں علم وجسم کی حد تک جو کچھ ہو سکتا ہے اس سے ہم دریغ نہیں کرتے لیکن یہ سارا دھندہ کسی ایک شخص کی کوشش سے کیسے چل سکتا ہے؟ احباب سے استدعا ہے کہ وہ توسیع اشاعت کی سعی برابر جاری رکھیں ہمیں اپنے جاننے پہچاننے والے ہر شہر سے دس، پانچ خریدار ضرور ملنے چاہئیں اگر ہم ان دفتری ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں تو حرف آغاز کے صفحات بھی اچھی گفتگو میں صرف ہو سکتے ہیں۔ اور ہم رسالہ کی معنوی خوبیوں میں بہت کچھ اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

## ہمارے معاونین!

(۱) جناب چوہدری محمد شفیع صاحب اسلامی اور دینی تحریکوں کے پُرجوش کارکن۔ اور ایک مخلص قومی خادم ہیں

سیاسی مشاغل کے ساتھ آپ دینی خدمت کا بھی پورا ذوق رکھتے ہیں آپ نے ریاست کشمیر کے دورہ میں رسالۂ دارالعلوم کو یاد رکھا۔ اور مختلف مقامات سے تقریباً ۸ خریدار رسالہ کے لئے مہیا فرمائے۔ ادارہ آپ کی اس توجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور امیدوار ہے کہ چوہدری صاحب اپنے شخصی اثرات کو رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے صرف فرما کر دوسرے سیاسی کارکنوں کے لئے بھی ایک اچھی مثال قائم فرمائیں گے۔

(۲) محترم جناب مولانا محمود حسن صاحب مدرس مدرسہ دارالعلوم (علاقہ مدراس) نے سات آٹھ خریداروں کا چندہ دفتر میں بھیجا ہے، مولانا ممدوح نے ممانعت فرمائی تھی کہ ہمارے معاونین کے سلسلہ میں ان کا ذکر نہ کیا جائے مگر بتقاضائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ ہم ان کے ذکر اور شکریہ سے پہلو تہی نہیں کر سکتے۔ اور ان کی خدمات کی تعریف کرتے ہیں۔

(۳) قاری شریف احمد صاحب صدیقی نے بھی کراچی سے اس دوران میں ۵ خریدار رسالہ کے لئے بھیجے۔ اور وعدہ کیا ہے کہ ان کی یہ جد و جہد برابر جاری رہے گی۔

(۴) حضرت مولانا ابوسعید خدابخش صاحب نے ملتان سے مزید خریدار فراہم فرمائے ہیں۔ اور مولانا کی پوری توجہ رسالہ کی توسیع اشاعت کی طرف قائم ہے۔

(۵) محترم و مکرم جناب مولانا محمد بہار الحق صاحب قاسمی امرتسری۔ پنجاب کے ایک خوش بیان مقرر۔ اور ایک محقق عالم ہیں۔ مولانا ممدوح نے اپنے چندہ کے ساتھ تین۔ اور خریداروں کا چندہ بھی بھیجا ہے، مدیر رسالہ مولانا قاسمی کی اس توجہ فرمائی کا شکر گذار ہے۔ اور رسالہ کے لئے ان کے تازہ رشحات قلم کی ضرورت ظاہر کرتا ہے، امید ہے کہ مولانا اپنی قلمی اعانت سے بھی ہمیں مستفید فرمائیں گے۔

(۶) مولانا شیخ احمد صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ لوہلیوالہ (مغربی پنجاب) نے بھی رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے سعی فرمائی ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد صاحب انوری نے لائلپور سے ۲۶ خریداروں کا چندہ مبلغ ۴۰۱ روپے جمع کر کے کراچی بھیجا ہے۔ ہم مولانا کی اس بزرگانہ کرم فرمائی کے لئے بصمیم قلب شکر گزار ہیں ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ حضرت مولانا نے اپنے قیمتی اوقات کا خاص حصہ رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے صرف فرمایا ہے حق تعالیٰ اس دینی خدمت کے صلہ میں مولانا کو مدارج عالیہ نصیب فرمائیں، مولانا اس سے پہلے ۶ خریدار رسالہ کو دے چکے ہیں گویا ۳۲ خریدار اب تک مولانا کی معرفت فراہم ہوئے ہیں

(۷) جناب محترم مولانا محمد سعید صاحب خطیب جامع مسجد ڈونگہ بونگہ نے بھی اپنے خاص تعاون سے ہمیں سرفراز فرمایا ہے۔ اور اس وقت ۱۰ خریدار ان کی معرفت ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ مولانا محترم کی یہ خاص توجہات ہمارے لئے بیحد حوصلہ افزا ہیں۔ اور ہم مولانا کے ممنون ہیں۔

(۸) مولانا طفیل صاحب جالندھری نے اوکاڑہ ضلع منٹگمری سے ہمیں ۸ خریدار بھیجے ہیں۔ اور مولانا کو دارالعلوم سے جو تعلق خاطر ہے اس کے پیش نظر ان کے ذریعہ مزید خریداروں کی امید ہے۔

(۹) فاضل گرامی جناب مولانا سید جمیل الدین صاحب میرٹھی انسپکٹر دینیات ریاست بہاولپور دارالعلوم کے مخلص قدیم ہیں، انسانی اعضاء کا باہم جو قریبی تعلق ہو سکتا ہے وہی تعلق مولانا کا دارالعلوم سے ہے۔ وہ دارالعلوم کی کامیابی سے خوش ہوتے ہیں، اور اس کی ہر تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں مولانا نے مدیر رسالہ کو ایک مشفقانہ خط لکھا ہے، اور وسیع پیمانہ پر رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے وعدہ فرمایا ہے سردست بھی کئی خریدار مولانا کی سعی سے حاصل ہوئے ہیں اور آئندہ کے لئے اس کا یقین ہے کہ مولانا رسالہ دارالعلوم کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔

(۱۰) جناب محمد عبدالتواب صاحب نے ڈیرہ نواب

(ریاست بہاولپور) سے دو خریدار مہیا فرمائے۔

(۱۱) حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب خطیب قلعہ دیدار سنگھ کی معرفت بھی تین نئے خریداروں کا چندہ حاصل ہوا ہے

## دو تعریفی خطوط :-

دفتر رسالہ میں شروع سے دو قسم کے خطوط اکثر موصول ہوتے رہتے ہیں۔ ایک تنقیدی۔ اور دوسرے تعریفی، تنقیدی خطوط سے ہم نے مناسب کام لیا۔ اور ان خطوط میں جن واقعی خامیوں کی نشاندہی کی گئی تھی، انھیں ہم رسالہ سے نکالتے رہے۔ تعریفی خطوط کی تعداد اگرچہ زائد تھی لیکن ہم نے رسالہ میں ان کی اشاعت کی ضرورت محسوس نہیں کی۔۔۔ ہمارا خیال ہے کہ جب کوئی شخص کچھ کام کرتا ہے تو اس کی تعریف بھی ہوتی ہے۔ اور تنقیص بھی، لیکن بہت سے کام ایسے بھی ہیں کہ تعریف و تنقیص کو ان کا آخری نتیجہ نہیں قرار دیا سکتا۔ بلکہ خود اس کام کا جاری رہنا اس کی کامیابی۔ اور مقبولیت کی دلیل ہوتی ہے۔ ہم اگر رسالہ اپنے معیار پر اچھے انتظامات کے ساتھ نکالتے رہیں تو یہی ہماری کامیابی ہے۔ اور یہی ہماری تعریف بھی۔

لیکن پچھلے مہینے ہمیں دو خط ایسے موصول ہوئے کہ ہم رسالہ کے صفحات پر ان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ پہلا خط برادر محترم جناب مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ایم اے مدیر برہان دہلی کا ہے۔ اور دوسرا حضرت جگر مرادآبادی کا دونوں حضرات نے اپنی اپنی زبان میں ہمارے رسالہ کے متعلق اپنی اچھی رائے ظاہر کی ہے، مولانا سعید احمد صاحب نے جو الفاظ رسالہ کے لئے لکھے ہیں وہ گویا ایک برادرانہ حوصلہ افزائی ہے۔ اور جگر صاحب نے بزرگانہ شفقت سے کام لیا ہے۔ بہرحال چونکہ دونوں حضرات، علمی۔ اور ادبی دنیا میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ اور ادب وصحافت میں ان کی رائے کی قیمت ہے اس لئے ہم ان کی اشاعت میں بخل نہیں کرتے مولانا سعید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

میں "دارالعلوم" برابر پڑھتا رہا لیکن اپنی پریشانیوں کے باعث اس کو پڑھ کر دل پر جو اثر ہوتا تھا تم کو اس کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکا۔ اب کل شام کی ڈاک سے تازہ پرچہ پہونچا۔ اور میں نے اسی وقت کھول کر از اول تا آخر پڑھا تو پھر دل میں ولولہ اٹھا کہ میں تم کو لکھوں۔ چنانچہ یہ خط اسی جذبۂ دل کی تسکین کے لئے لکھ رہا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر پرچہ پڑھ کر دل میں سرور۔ اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے۔ بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میں نے دارالعلوم کے متعلق شروع میں تم جیسے شگفتہ رقم و سنجیدہ ذوق نوجوان سے جو توقعات قائم کی تھیں وہ بحمداللہ پوری ہو رہی ہیں۔ اور رسالہ کا معیار روز بروز اونچا ہوتا جا رہا ہے اللّٰھم زد فزد مضامین خوب، دلچسپ مفید اور بلند، ترتیب پسندیدہ اور موزوں۔ زبان آج کل کے معیار پر پوری۔ اور ادبی رنگ لئے ہوئے۔ غرض کہ ہر اعتبار سے پرچہ ترقی کر رہا ہے جس کے لئے تم یقیناً قابل مبارکباد۔ اور لائق تحسین ہو، اور ہاں یہ میاں انظر سلمہ کے تبصروں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ برادر خورد تو کچھ برادر بزرگ سے بھی بڑھ چڑھ کر رہنے والے ہیں۔ جب ابھی سے ان کی تحریروں میں اس قدر پختہ ادبیت۔ اور بانکپن ہے تو آئندہ کے لئے تو بہت کچھ توقعات ہو سکتی ہیں، آخر کیوں نہ ہو، کس درخت کی شاخ۔ اور کس مزرعہ فضل وکمال کی پیداوار ہیں؟ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے حضرت الاستاذ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! میں عربی ادب میں کمال پیدا کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے کیا کروں؟ حضرت مرحوم نے فرمایا کہ بھئی! اگر ہندوستان میں رہ کر علم ودین کی خدمت کرنی چاہتے ہو تو بجائے عربی کے اردو ادب میں کمال پیدا کرو۔ اور اردو تحریر و تقریر

کی مشق کرو"۔

اب میں تمہاری اور انظر سلمہ کی ادبی گلریزیاں دیکھتا ہوں تو حضرت الاستاذ کا یہ قول یاد آجاتا ہے۔ اور سوچتا ہوں کہ کس طرح تم دونوں بھائی حضرت الاستاذ کی دلی خواہش کی تکمیل کر رہے ہو۔ فایدکما اللہ

حضرت جگر مرادآبادی کے الفاظ ہیں کہ :۔

ماہنامہ دارالعلوم کا تازہ شمارہ آج ہی پہونچا جستہ جستہ مطالعہ کرتا رہا بغیر ادنیٰ مبالغے کے آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے کم از کم اپنے لئے اس میں کافی جاذبیت پائی میں ایک زمانہ سے عام ادبی ماہناموں کو دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا، میرا عقیدہ ہے کہ ہندوستان و پاکستان تو کیا تمام دنیا کا انسان گھٹیا ہوتا جاتا ہے۔ کہیں یہ گھٹیا پن خوشنما لباس میں ہوتا ہے، کہیں لباس بھی کثیف"۔ اس مناسبت سے اس کا علم و ادب بلکہ ہر چیز گھٹیا ہوتی جاتی ہے۔

## مولانا محمد میاں صاحب کی رقم!

صفر کے پرچہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ الحاج مولانا محمد میاں صاحب نے جنوبی افریقہ سے ہمیں ماصعہ کی ایک رقم عربی مدارس کے نادار طلبہ کے نام ۲۶ رسالے جاری کرنے کے لئے بھیجی ہے چنانچہ ۱۵ر دسمبر تک ہمیں اس سلسلہ میں ہند و پاکستان سے تقریباً سو درخواستیں اجراء رسالہ کے لئے موصول ہوئیں۔ اور ہم نے ان میں سے ۲۶ کے نام رسالہ جاری کر دیا ہمیں افسوس ہے کہ چونکہ اس مد میں اس سے زائد گنجائش نہیں تھی اسلئے بقیہ عزیز طلبہ کی درخواستوں کو ہم منظور نہ کرسکے۔ ہمیں امید ہے کہ دفتر کو آئندہ اگر اس قسم کی کوئی اور امدادی بقیہ رقم حاصل ہوئی تو ہم ان حضرات کے نام بھی رسالہ جاری کرسکیں گے۔

## موجودہ پرچہ کی ضخامت :۔

رسالہ کے خریداروں کو معلوم ہوگا کہ رسالہ کا حصۂ مضامین ہمیشہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اتنے ہی حصہ کا سالانہ چندہ للعہ مقرر کیا گیا ہے، فہرست چندہ دہندگان دارالعلوم کا اس چندہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بیس صفحات کی یہ فہرست ہمیشہ دارالعلوم اپنے مصارف سے خریداروں کی خدمت میں پیش کرتا ہے، اس دفعہ چونکہ مضامین کی کثرت تھی اس لئے ہم نے حصۂ مضامین کو ۴۸ کے بجائے ۶۰ صفحات پر پھیلا دیا اس طرح گویا حصۂ مضامین میں ہمیں وقتی طور پر ۱۲ صفحات کا اضافہ کرنا پڑا۔ اور اتنے ہی صفحات ہم نے حصۂ فہرست میں کم کر دیئے۔ حصۂ مضامین میں ان بارہ صفحات کے اضافہ سے ہمارے خرچ میں اضافہ ہوا ہے لیکن ہم مضامین کی ضرورت سے اس خرچ کو برداشت کر رہے ہیں۔

## آئندہ پرچہ کے مضامین :۔

جمادی الاول کے پرچہ میں مندرجہ ذیل مضامین کی اشاعت کی توقع ہے۔

(۱) نظریہ دو قرآن پر ایک نظر۔
(۲) دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا۔
(۳) قانون عذاب الٰہی۔
(۴) ہماری اور ہماری وطن کی حیثیت۔
حضرت مولانا محمد میاں صاحب دیوبندی
(۵) احاطۂ دارالعلوم میں بیتی ہوئی دن
(۶) وجد و رقص — حضرت الم مظفر نگری
(۷) جنت البقیع میں (نظم) حضرت شفیق جونپوری
(۸) ذوالنورینؓ (نظم) حضرت نازش پرتاپگڈھی
(۹) غزل — کلیم عثمانی دیوبندی

# "کوائف دار العلوم دیوبند"

## "مجلس شوریٰ کا جلسہ"

مورخہ ۲ر اور ۳ر ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کو مجلس شوریٰ کا سالانہ جلسہ بصدارت حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب منعقد ہوا جس میں جناب مولانا حکیم محمد اسحٰق صاحب میرٹھی، حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی، حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند، جناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ حسن صاحب علوی، مولانا محمد فخر الدین صاحب مرادآبادی، حکیم مقصود علی خاں صاحب، مولوی محمد نبیہ صاحب ایم ایل اے، حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم نے شرکت فرمائی، حضرت مولانا مدنی مدظلہ سفر آسام کی وجہ سے شریک جلسہ نہیں ہو سکے، شعبۂ تعلیمات کی طرف سے حضرت مولانا اعزاز علی صاحب موجود رہے، مولانا مشیت اللہ صاحب (بجنور) مولانا بشیر احمد صاحب کٹھوری بوجہ علالت اور شیخ محمد ضیاء الحق صاحب سفر حیدرآباد کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے، اجلاس دو دن تک جاری رہا۔ اور مندرجہ ذیل مسائل اس جلسہ میں طے کئے گئے۔

(۱) سب سے پہلے ۱۳۷۱ھ کا بجٹ پیش ہوا۔ جسے شعبۂ محاسبی نے بڑی محنت۔ اور غور و فکر کے بعد مرتب کیا تھا، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اس بجٹ کے ساتھ مندرجہ ذیل تحریر بھی اراکین شوریٰ کے سامنے پیش فرمائی۔ چونکہ اس تحریر سے دار العلوم کے مالی، حالات متوقع آمدنی۔ اور گذشتہ آمد و صرف کا ایک اجمالی نقشہ سامنے آسکتا ہے اس لئے ہم اس تحریر کو بلفظہٖ یہاں درج کرتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رپورٹ دائرۂ اہتمام متعلقہ میزانیہ ۱۳۷۱ھ

ایجنڈا کی پہلی دفعہ کی رُو سے دار العلوم کا میزانیہ سالانہ بابت ۱۳۷۱ھ مجلس میں منظوری کے لئے پیش ہے۔

اس میزانیہ کے آمد و خرچ۔ اور عام اعداد و شمار میں دستور کے مطابق سنین ماضیہ کی ساتھ خصوصیت سے ۱۳۷۰ھ کے آمد و صرف کو سامنے رکھا گیا ہے۔ نظر بریں جبکہ میزانیہ سال آئندہ کی بنیاد یہی میزانیہ سال ماضی ہے بلکہ ماضی ہی کی کامیابی کے معیار سے مستقبل کی کامیابی کی توقع باندھی جاتی ہے اس لئے میزانیہ ۱۳۷۰ھ کا اجمالی تذکرہ کیا جانا ضروری ہے۔

اس میزانیہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ میزانیہ ۱۳۷۰ھ میں جو تخمینی آمد و خرچ رکھا گیا تھا وہ نہ صرف پورا ہی ہوا ہے بلکہ ایک ایسے عمدہ توازن کی ساتھ پورا ہوا جو ایک کامیاب بجٹ کے لئے اچھی کامیابی کا نشان سمجھا گیا ہے ۱۳۷۰ھ کی تخمینی یا متوقعہ آمدنی کا اندازہ دو لاکھ پچھتر ہزار کیا گیا تھا۔ اور تخمینی خرچ دو لاکھ تراسی ہزار پانچ سو روپیہ منظور کیا گیا تھا۔ گو منظور شدہ بجٹ اپنی ابتداء میں غیر متوازن منظور ہوا۔ جس کی آمدنی کم۔ اور خرچ زیادہ تھا جس کی وجہ غالباً بقائے سابقہ کی مقدار تھی تاہم منظور شدہ بجٹ میں آمدنی خرچ کے لحاظ سے بقدر آٹھ ہزار پانچ سو روپیہ کم تھی۔ لیکن آمدنی۔ اور اخراجات کی عملی صورتوں نے اس میں توازن قائم کر دیا مصارف کے سلسلہ میں تو اس کی کوشش کی گئی کہ خرچ کسی نہ کسی طرح منظور کردہ آمدنی کے نیچے آجائے اور آمدنی کے دائرہ میں اس کی سعی کی گئی کہ وہ کسی

طرح خرچ کے اوپر آجائے۔ اور یہ دونوں مساعی الحمدللہ کامیاب ہوگئیں۔ بجٹ ۱۳۷۰ھ کے واقعی مصارف اپنی منظور شدہ تخمینی مقدار دو لاکھ تراسی ہزار پانچ سو سے گھٹ کر دو لاکھ ستر ہزار چھ سو پینتالیس روپے پانچ آنے نو پائی پر آگئے یعنی اندازہ کردہ خرچ سے یہ واقعی خرچ بقدر بارہ ہزار آٹھ سو چون روپیہ دس آنے تین پائی کم رہا پھر یہ بچت کسی ضروری۔ اور واجبی خرچ میں تنگی یا کوتاہی کر کے نہیں کی گئی بلکہ تمام ضرورتوں کو معتدل رفتار سے پورا کر کے یہ رقم بچالی گئی۔ اور اس طرح یہ خرچ تخمینی آمدنی کے نیچے آگیا۔ اور آمدنی کے زیادہ اور خرچ کے کم ہونے سے بجٹ کا ابتدائی عدم توازن ختم ہوگیا۔

مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ مصارف کی کمی ہی سے بجٹ متوازن نہیں ہو سکتا تھا اگر تخمینی منظور شدہ آمدنی کے پورا کرنے کی سعی نہ کی جاتی اس میں زیادہ جدوجہد کی ضرورت اس لئے پڑی کہ ملک کی اقتصادی حالت حوصلہ شکن حد تک بگڑی ہوئی تھی۔ اور ہے۔ اور آج معطی۔ اور محصل دونوں بقدر حصہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمت وسعی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا۔ اور ذمہ داران دارالعلوم اس سلسلہ کی جدوجہد میں لگے رہے جس سے وہ کم از کم تخمینی آمدنی کی مقدار کو پورا کر سکیں۔ اس میں علاوہ معتاد اور معمول بہ طریق تحصیل۔ اور وسائل آمدنی کو حرکت میں لانے کے جیسے شعبۂ تنظیم کے سلسلہ سے جگہ جگہ کثیر المقدار ترغیبی خطوط۔ اور لٹریچر بھجوائے گئے یا عیدین کے موقع پر اشتہارات واعلانات ارسال کئے گئے یا اخبارات میں اپیلیں شائع کرائی گئیں کچھ غیر معمولی صورتیں بھی اختیار کی گئیں جیسے حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کو گجرات وغیرہ کے علاقہ میں بھیجا گیا۔ اور موصوف تقریباً انیس ہزار روپیہ لائے ادھر احقر نے ایک مستقل اپیل انگریزی زبان میں افریقہ کے اخبارات کو بھجوائی۔ اور وہاں کے بااثر اور متعارف لوگوں کو خصوصی خطوط۔ اور مراسلت کے ذریعہ اعانت دارالعلوم کی طرف توجہ دلائی جس پر الحمدللہ اہل افریقہ نے اثر لیا۔ اور تقریباً ستائیس ہزار تینتیس روپیہ بھیجا جو داخل خزانہ ہو چکا ہے۔ اور تقریباً چودہ ہزار کا اور وعدہ بھی ہے۔ اُدھر پاکستان میں سفراء بھیجنے کی سعی کی گئی لیکن باوجود سعی بسیار جب پرمٹ نہ مل سکے تو خود پاکستانیوں ہی کے ذریعہ پاکستان سے چندہ جمع کرنے کی یہ سبیل نکالی کہ وہاں صوبے وار اعانت دارالعلوم کے حلقے قائم کئے۔ صوبہ پنجاب کا سنٹر لاہور کو بنا کر اُس کا ذمہ دار حضرت مولانا احمد علی صاحب کو قرار دیا۔ اور صوبہ سرحد کا سنٹر پشاور کو بنا کر اُس کا ذمہ دار حضرت مولانا عمادالدین صاحب کو قرار دیا صوبہ سندھ کا ذمہ دار چودھری رحمت اللہ صاحب کو بنایا۔ گو اُنھوں نے رسمی طور پر ابھی اسے منظور نہیں کیا۔ ان حضرات کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پر اپنے دفتر قائم کر لیں۔ تنخواہ دار سفراء رکھیں۔ اور دفتر کی ذمہ داری بھی تنخواہ دار ملازمین سے پوری کرائیں۔ اور ہر سہ ماہی پر آمد و خرچ کا نقشہ دارالعلوم میں ارسال فرماتے رہیں تاکہ وہ یہاں اور وہاں شائع کر دیا جایا کرے۔ ان حضرات نے اُسے منظور فرمالیا۔ اور اُن کی منظوری پر اُنھیں کے ایماء سے پاکستان کے مؤقر اخبارات میں اس اسکیم کا اعلان کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ دوسرے صوبوں میں دارالعلوم سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنے والے حضرات کو بھی متوجہ کیا گیا اور اُن کی منظوری کے بعد اُنھیں رسید بہیاں بھیجی گئیں جن پر اُنھوں نے تحصیل چندہ کی جدوجہد جاری

فرمادی۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور اس کے نتیجہ میں مبلغ آٹھ ہزار روپیہ وصول ہو چکا ہے جو اُن کی صرف چار پانچ ماہ کی سعی کا ثمرہ ہے۔ ادھر احقر نے اپنے سفروں میں بھی اس کا خیال رکھا۔ اور مختلف سفروں سے ۱۳۷۰ھ میں تقریباً چودہ ہزار روپیہ لا کر داخل خزانہ کیا۔ بہرحال ان غیر معمولی مساعی اور تدابیر سے تقریباً ۳۳۰۸۰ روپیہ غیر معمولی طور پر داخل خزانہ ہوا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۳۷۰ھ کی آمدنی نہ صرف بجٹ کے مطابق پوری ہی ہوگئی۔ بلکہ اس حد تک بڑھ گئی کہ اُس نے پچھلے تمام سنین کا ریکارڈ توڑ دیا یعنی تین لاکھ سات ہزار تین سو دو روپیہ پندرہ آنے آمدنی ہوئی جو تمام سنین سابقہ سے زائد ہے جیسا کہ نقشہ منسلکہ سے واضح ہے اب اگر میزانیہ ۱۳۷۰ھ کو دیکھا جائے تو اُس کی آمدنی ہر لحاظ سے اضافہ و زیادہ کی طرف جا رہی ہے۔ اور اس کا خرچ ہر لحاظ سے کمی کی طرف مائل ہے۔ چنانچہ ۱۳۷۰ھ کی یہ واقعی آمدنی تو اس کے میزانیہ کی تخمینی آمدنی سے بقدر ۳۲۲۳۰۱ روپیہ ایک آنہ زائد ہے اور اس کے خرچ کو دیکھا جائے تو ۱۳۷۰ھ کا واقعی خرچ اُس کے میزانیہ کے تخمینی خرچ سے بقدر ۱۲۸۵۴ روپیہ ۱۰ر۳ پائی کم رہا۔ اور تخمینی آمدنی سے بقدر ۳۵۴۴ روپیہ ۱۰ر۳ پائی کم رہا۔ اور اس حقیقی آمدنی سے بقدر ۳۶۶۵ روپیہ ۹ر۳ پائی کم رہا۔ یعنی ۱۳۷۰ھ کے اختتام پر خزانہ دار العلوم میں یہ رقم بقایا موجود تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جب حقیقی آمدنی تخمینی آمدنی سے بقدر ۳۲۲۳۰۱-۱ر بڑھی ہوئی ہو۔ اور حقیقی خرچہ تخمینی خرچ سے بقدر ۱۲۸۵۴ ۱۰ر۳ پائی گھٹا ہوا رہا ہے۔ اور اس اضافہ و بچت کو آمدنی میں جمع کیا جائے تو حاصل یہ نکلے گا کہ ۱۳۷۰ھ کی تخمینی آمدنی پر بقدر ۴۵۱۵ روپیہ ۹ر۳ پائی کا اضافہ ہوا اور ظاہر ہے کہ متوقعہ آمدنی میں اتنا غیر معمولی اضافہ اور متوقعہ خرچ میں بلا کسی کوتاہی اور تنگی کے اتنی کفایت بجٹ کی بہترین کامیابی کے سوا اور کسی عنوان سے تعبیر نہیں کی جا سکتی۔ یہ حقیقتاً اللہ کا فضل ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔ اور بظاہر اسباب غیر معمولی آمدنی لانے والوں۔ اور ادارۂ محاسبی کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے جس میں سے ایک فریق نے اضافہ آمدنی میں مدد دی۔ اور ایک فریق نے اخراجات کی بچت اور کفایت میں اعانت کی۔ اور اس لئے یہ دونوں فریق شکریہ بلکہ حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں۔

۱۳۷۰ھ کے اسی کامیاب اور متوازن بجٹ کو سامنے رکھ کر ۱۳۷۱ھ کا یہ زیر نظر میزانیہ تیار کیا گیا ہے۔ جو منظوری کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ مصارف تقریباً متعین۔ اور مقررہ ہیں جس میں کمی کی گنجائش نہیں۔ اور ضرورت بھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ موجودہ ہوش ربا گرانی کے پیش نظر ان میں کچھ اضافہ ہو جائے اسلئے میزانیہ ۱۳۷۱ھ میں خرچ کی مقدار تخمینی ۳ لاکھ ۱۱ ہزار رکھی گئی ہے رہا آمدنی کا سوال سو دار العلوم کی روایات کے تحت اُس کا متوکلانہ بجٹ ہمیشہ خرچ کے معیار سے بنتا ہے نہ کہ آمدنی کے معیار سے۔ آمدنی یہاں عموماً خرچ کے تابع رہی ہے۔ اور مقررہ خرچ ہی اپنی مقدار کی حد تک یا اُس سے بڑھ کر آمدنی کھینچ لاتا ہے جیسا کہ عموماً سنین ماضیہ کے بجٹ۔ اور بالخصوص ۱۳۷۰ھ کا بجٹ اس کا شاہد عدل ہے چونکہ ذمہ داروں اور کارکنوں کے دل اعتماد و توکل کو اپنا سرمایہ سمجھتے ہیں اس لئے اس تخمینی خرچ کی مقدار کے معیار سے جو بہت حد تک واقعی ہے آمدنی کی تخمینی مقدار تین لاکھ پندرہ ہزار رکھی گئی ہے۔ جس کے واقعی ہو جانے کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے۔ اُس کی مدات کو ملاحظہ فرما کر منظوری بخشی جائے۔

محمد طیب غفرلہٗ مہتمم دار العلوم

مقالات

"چوتھی قسط"

# نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر

(حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ)

رہیں وہ آیات و روایات جن میں کائنات کی مصنوعات یا تخلیق کے عجائبات۔ اور آسمان و زمین وغیرہ کی گوناگوں پیداوار عناصر و موالید اور ثوابت و سیارات وغیرہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے سو وہ فن سائنس سکھلانے۔ اور اُس میں موشگافیاں کرکے صنعت و حرفة کا کاروبار جاری کرنے کے لئے نہیں اُتاری گئیں بلکہ صنائعِ الٰہی میں دعوتِ نظر و فکر دے کر معرفۃ خالق کا سراغ لگا لینے کے لئے نازل کی گئی ہیں یعنی یہ کائناتی قرآن (آسمان و زمین برق و بخار آب و ہوا عناصر و موالید۔ اور اُن کے افعال و خواص وغیرہ) جن کو برق صاحب نے عملی قرآن کہا ہے اس علمی قرآن کا وہ مطلوبہ عمل نہیں جسکا بندوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن پڑھ کر اس کائناتی صنعت و حرفة کا کاروبار پھیلائیں۔ کیونکہ یہ تو قرآن اُتارنے والے کا عمل ہے جس کی ان آیتوں نے خبر دی ہے اُن میں یہ مطالبہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان حکایتوں کے محکی عنہ کے مماثل کوئی صنعت بنائیں گویا بندے بھی خدا کی طرح ایک زمین و آسمان تیار کریں یا چاند سورج بنا لائیں بلکہ مطالبہ یہ ہے کہ خدا کی ان محیر العقول عجائبات میں سلامتیٔ فکر کے ساتھ تدبر کرکے بنانے والے کی طرف نیازمندانہ اور معترفانہ رجوع کریں اُسے پہچانیں۔ اور یقین کریں کہ یہ مصنوعات وہی بنا سکتا ہے جس کی قدرت لامحدود ہو نہ وہ انسان جس کی قوتیں نہایت محدود۔ اور ضعیف ہیں اور اس طرح بندے اُس کی اس فوق العادۃ صناعی سے اُس کی خدائی کے قائل۔ اور معترف بنیں۔ اور اُس کے محسنانہ حقوق پہچان کر اُن کی ادائیگی کی فکر کریں پس یہ کائنات آیات قرآنی کے مطلوبہ عمل کی عمل گاہ نہیں بلکہ عارف مزاج انسانوں کے لئے ایک فکر گاہ ہے جس میں غور و تدبر کرنے سے قرآن کے نظریات حل ہوتے ہیں۔ اور قرآنی دعاوی کے لئے ایسے تمثیلی۔ اور برہانی دلائل ہاتھ لگتے ہیں جن سے قرآنی مقاصد بآسانی ذہن میں اُتر جائیں۔

بالفاظ دیگر قرآن ایک دعویٰ ہے۔ اور کائنات عالم اُس کے لئے ایک عادل گواہ ہے جس کی شہادت سے یہ دعویٰ ثابت۔ اور واجب التسلیم ہو جاتا ہے یعنی قرآن کے دقیق معقولات کو اس کائنات کے محسوسات سے تمثیل دے کر بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادۃ خود مقصود بالذات نہیں ہوتی بلکہ اثبات مدعا اصل مقصود ہوتا ہے جس کے لئے شہادۃ لائی جاتی ہے۔ اور جب دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے تو گواہوں کو تو رخصت کر دیتے ہیں۔ اور ثابت شدہ دعویٰ کو نافذ العمل بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بس شہادۃ خود دعوے کا عمل نہیں ہوتی بلکہ بوجہ اثبات مدعا وسیلۂ عمل یا معین عمل ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح صحیفۂ کائنات کا مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کے دعاوی۔ اور اُس کی بھیجی ہوئی ہدایات کو اُس کے ذریعہ نظری طور پر سمجھ لیا جائے۔ اور اس تمثیلی برہان سے معقولات قرآنی کو مثل محسوسات کے یقینی۔ اور قطعی سمجھ کر عقیدہ بنایا جائے۔ اور پھر اُس کے مقتضا کو واجب العمل تصور کیا جائے۔ اور جب یہ دعویٰ

ان حسی دلائل سے مبرہن۔ اور مدلل ہو جائے تو اس کائنات سے تو قطع نظر کر لی جائے۔ اور ان ثابت شدہ ہدایات کے منشا کے مطابق عملدرآمد جاری کیا جائے۔ پس قرآنی عمل وہ ہوگا جو ان تکوینی آیات کا تقاضا کردہ ہوگا نہ وہ جو ان آیات کا محکی عنہ۔ اور واقعہ ہوگا کہ وہ محض دلیل ہے نہ کہ ہدایت اور مدعا۔ پس کائنات کی کھود کرید کا مطلب اُس کا نظری اور استدلالی تجزیہ ہے جس سے اثبات مدعا کے مقدمات پیدا ہوں نہ کہ حسی تجزیہ کہ اُس کے عنصریاتی اجزار کی کھود کرید کر کے اُس جیسی کائنات بنائی جائے۔ اور اُس میں جوڑ توڑ کر کے تمدنی اشیار کے نئے نئے ڈیزائن۔ اور نمونے تیار کئے جائیں۔ عدالت میں کسی گواہوں کے پیش کئے جانے کا مطلب ساری دنیا سمجھتی ہے کہ اُن کے اقوال و شہادات کا تجزیہ کر کے اُن کی ہیئۃ کذائی کو سامنے لا کر دعوی کے سچ جھوٹ کا پتہ لگایا جائے نہ یہ کہ ان گواہوں کی ہڈی پسلی توڑ کر اُن جیسا ایک پتلا۔ اور تیار کیا جائے یا اُس کے اجزار ترکیبی میں جوڑ توڑ لگا کر مختلف سامان بنا لئے جائیں جس سے نہ گواہ باقی رہے نہ دعوی۔ پس آیات کائنات ان آیات قرآنی کے لئے دلائل اور گواہ ہیں نہ کہ اُن کا عملی نمونہ یا عمل کا مادہ۔

دوسرے عنوان سے بطور خلاصۂ کلام یوں سمجھو کہ قرآن حکیم کی آیتیں دو طرح کی ہیں۔ ایک انشائی ہیں جن میں کسی چیز کا امر و نہی کیا گیا ہے۔ اور دوسری اخباری ہیں جن میں ماضی یا مستقبل کے واقعات کی خبریں دی گئی ہیں۔ خواہ وہ افعال عباد ہوں یا افعال رب العباد۔ ان دونوں ہی قسم کی آیتوں کا مقصد انسان کو عملی زندگی کی طرف لانا اور کسب سعادۃ کی طرف متوجہ کر کے ان ہر دو آیتوں کے تقاضوں پر چلانا ہے۔ برق صاحب تو ان آیات پر چلنے کا مطلب خدا کی نقل اُتارنے اُس جیسا کام کرنے اور اُس کی مماثلت کرنے کا لیتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک قرآن کا عمل ہی یہ کائنات ہے جو خدا کا فعل ہے اسلئے لامحالہ قرآن پر عمل کرنے کا مطلب خدا کے مماثل کام کرنے کا ہو جائے گا۔ اور ہم ان آیات پر چلنے کا مطلب اُن کے تقاضوں سے پیدا شدہ احکام پر عمل پیرا ہونے اُن کے مطالبوں کو پورا کرنے۔ اور اُن کے مقتضیات کے اتباع کرنے کا لیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک قرآن کا مطالبہ کردہ عمل یہ کائنات یا اُس کا مادہ نہیں بلکہ اُس کا مطلوبہ عمل بندہ کے وہ نیازمندانہ اعمال ہیں جو ان آیات کے تقاضوں کو پورا کرنے سے رونما ہوتے ہیں۔ اس لئے پہلا مطلب یعنی مماثلت افعال خداوندی ہمارے نزدیک بوجوہ مذکورہ صرف باطل ہی نہیں بلکہ ناممکن العمل بھی ہے جس کی طلب قرآن حکیم جیسی فطری کتاب میں کبھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر حسب زعم برق صاحب بمقتضائے آیات تکوین خدا کی جیسی صنعت کا لے آنا مقتضائے قرآنی ہوتا تو جیسے ان اخباری آیات کا مقتضا یہ ہوتا کہ اُس کی جیسی ایک کائنات ہم بھی بنائیں جس کی حکایت یہ اخباری آیات کر رہی ہیں ایسے ہی انشائی آیات کا مقتضا یہ ہونا چاہئیے کہ اُس کے جیسا علم اُس کے جیسا قانون جو اُسی کی جیسی جامع بلیغ اور اعجازی تعبیر پر مشتمل ہو ہم بھی بنائیں جس کی حکایت پر یہ انشائی آیات مشتمل ہیں۔ گویا بالفاظ مختصر اخباری آیات کے تحت تو ہم ایک متماثل کائنات بنائیں اور انشائی آیات کے تحت ہم ایک متماثل قرآن بنائیں۔ لیکن اگر تشریعی آیات کا مثل لانا ممکن نہیں کہ وہ معجزہ ہے تو تکوین آیات کا مثل لانا بھی ممکن نہیں کہ یہ بھی معجزہ ہے۔ وہ علمی معجزہ ہے یہ عملی معجزہ ہے۔ وہ اللہ کا اعجازی کلام ہے اور یہ اُس کا اعجازی کام ہے۔ اور معجزہ کے معنی جبکہ یہ ہیں کہ وہ بشر کی قدرت سے خارج ہو خواہ علمی ہو خواہ عملی۔ تو ظاہر ہے کہ حکیم مطلق کے کلام میں ایسی چیز کی طلب ہی محال عقلی ہے جو مخاطب کی قدرت سے خارج ہو۔

بلکہ اگر غور کرو تو انشائی آیات میں جہاں مماثلت کے یہ معنی نہیں بن سکتے کہ ہم ان ہی جیسی آیتیں بنا لائیں اور خدا کے جیسا کلام کرنے لگیں وہاں مماثلت کے یہ معنی بھی ممکن نہیں کہ جیسے یہ انشائی آیتیں اللہ کے امر و نہی پر مشتمل ہیں جن سے اُس کا فعل تشریع۔ اور وصف شارعیت کھلتا ہے ہم بھی ویسا ہی امر و نہی کرنے لگیں اور شارع بننے لگیں کہ ان الحکم الا للہ۔ لیکن اگر برق صاحب کا یہ اصول مان لیا جائے کہ آیت جس چیز کی حکایت کرے اُسی کو بنا کر لے آیا جانا اُس آیت کی تعمیل ہے نہ کہ اُس کی ہدایت یا مقتضا پر عمل کرنا تو جس آیت میں اللہ کے شارع ہونے کی حکایت ہے وہاں مخاطب کو شارع بنجانا چاہیئے جس آیت میں اللہ کے آسمان و زمین بنانے کی حکایت ہے وہاں مخاطب کو زمین آسمان بنانا چاہیئے۔ جن آیات میں معذب اقوام کی بدعملیوں کی حکایت ہے وہاں انسان کو بدعمل ہوجانا چاہیئے یعنی جو حکایت ہو وہی عمل بھی ہو سو ظاہر ہے کہ اس کا بدیہی البطلان ہونا کون نہیں محسوس کرے گا؟ کیونکہ اس میں اخباری آیتوں میں تو فعلی معجزہ کی طلب لازم آتی ہے۔ اور انشائی آیتوں میں کلامی معجزہ کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اور یا شارع بننے کا مطالبہ لازم آتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں غیر معقول ہی نہیں ناممکن بھی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ لازم آرہا ہے۔ برق صاحب کے اُصول مذکورہ پر جس کو اُنھوں نے آیاتِ اخبار اور معاملات تکوین میں اختیار فرمایا۔ کہ جو آیت کا محکی عنہ ہو وہی اُس کا موجب بھی ہو کہ اُسی کو معینہ عمل میں لانا آیت کی تعمیل ہو۔ اس لئے اس اصول کا اُصولاً بھی باطل اور غیر معقول ہونا واضح ہوگیا۔ اور آیات تکوین میں مماثلت افعال خداوندی کے معنی لئے جانے بالکل ہی مہمل اور بے معنی ثابت ہوئے ہاں اگر مماثلت کے معنی قدرتی یا غیر اختیاری تشبہ

کے ہیں کہ ہم جب باذن الٰہی مادہ کو توڑ پھوڑ کر اُس کی صنعتی ترکیب و تحلیل سے ضروریات زندگی اور اسباب معاش کا استخراج کریں گے تو اس سے قدرتی طور پر افعال خداوندی سے فی الجملہ مشابہت لازم آجائے گی یعنی مقصود اسباب معاش پیدا کرنا ہوگا نہ کہ تشبہ بالخالق پیدا کرنا تو اس سے ہمیں انکار نہیں مگر یہ اصلاً مماثلت نہیں بلکہ انتفاع۔ اور کسب معاش ہے جو جائز ہی نہیں واجب ہے جس کا امر کیا گیا ہے۔ مگر وہ امر خود ان آیات تکوین سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کے لئے جداگانہ مستقل احکام اور حدود ہیں جنھیں شریعت نے اپنے موقعہ پر واضح فرمادیا ہے۔ ان آیات کائنات کا حاصل۔ اور تقاضا صرف فکر و تدبر اور مصنوع سے صانع پر استدلال کرنا۔ اور خالق کی معرفۃ حاصل کرنا ہے۔ پس ہمیں اس سے انکار نہیں کہ کائناتی مادوں سے انسان صنعۃ و حرفۃ کے ذریعہ ضروریات زندگی مہیا کرے کہ یہ خود مامور بہ ہے۔ انکار اس سے ہے کہ ان آیات تکوین کا منشا صنعت و حرفۃ کی ترقی یا اُن کا تجارتی کاروبار پھیلانا نہیں جس کا دعویٰ برق صاحب کر رہے ہیں۔ ان آیات کا ماحصل تکوینی دلائل سے معرفۃ خالق ہے۔ چنانچہ ان آیات میں جگہ جگہ مصنوعات الٰہیہ اور تخلیق خداوندی کے نمونے زمین، آسمان، بجلی، ہوا، بادل، آگ، حیوان، انسان، جمادئیات۔ اور اُن کے طبعی افعال و خاصیات وغیرہ پیش کرکے ہر جگہ آخر میں صرف یہ کہنے پر قناعت کی گئی ہے کہ ان میں اللہ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں پوشیدہ ہیں مگر کن کے لئے؟ لقوم یعقلون لقوم یتفکرون لقوم یسمعون لقوم یتذکرون لاولی الالباب لاولی النھیٰ یعنی ان میں نشانیاں ہیں عقلاء کے لئے مفکروں کے لئے سمع و طاعۃ والوں کے لئے بیدار مغزوں کے لئے، دانشمندوں کے لئے، اور ہوشمندوں کے لئے، کیونکہ ظاہر سے باطن کا پتہ لگالینا

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۲ کالم ۱ کے نیچے)

نویں قسط:-

# دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا؟

(حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدظلہ)

مگر حصین کا حال اس سے بدرجہا زیادہ تعجب خیز ہے، کیونکہ وہ تو اس کو فتنے کی بھڑکتی ہوئی آگ سمجھ کر اُس کو بجھانے گئے تھے، مقصد یہ تھا کہ اس سے خود بھی بچیں، دوسروں کو بھی بچاویں، اور خود اُسی میں جل گئے، جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ تو اُس آگ میں چلے جس کو لینے۔ اور اُس کی حرارت سے مستفید ہونے کا ارادہ تھا، مگر حصین اُس آگ میں چلے جس کو بجھانے گئے تھے، اور جس سے خود بھی بچتے تھے۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی بچانا چاہتے تھے۔ آپ کے مبارک کلمات نے حصین کے قلب پر اثر کیا۔ اور فوراً مسلمان ہو گئے، حصین کے مسلمان ہوتے ہی عمران والہانہ انداز سے اپنی جگہ سے اُٹھے، باپ کے قدموں میں آگرے، ہاتھ چومے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ حصین وہی حصین ہیں جو اب سے پہلے میرے پاس آئے۔ اور بیٹھے، مگر بیٹے نے پرواہ بھی نہ کی گویا ان میں باہم کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ لیکن جب کفر کا زنگ ان سے دور ہو گیا تو عمران نے وہی کیا جو ایک سعادتمند بیٹے کو اپنے باپ کے ساتھ کرنا چاہیے تھا۔

یہ ہے وہ عبرت انگیز واقعہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف ایمان واسلام پر کس قدر پختگی کے ساتھ گامزن تھے۔ اور اسلام سے زیادہ کوئی چیز اُن کے لئے محبوب نہ تھی۔

کتابوں کی ورق گردانی کے بعد ایسے واقعات بکثرت ملیں گے۔ اُن سب کا استیعاب مقصود نہیں ہے نمونے کے طور پر اس ایک واقعہ کو اس غرض سے پیش کرنا تھا کہ معلوم ہو سکے کہ اسلام خبیث کو خبیث۔ اور طیب کو طیب قرار دیتا ہے، اور مسلمان کی نظر صرف اسی پر رہتی ہے، اس کے مقابلے میں کوئی بڑے سے بڑا تعلق بھی قابل التفات نہیں ہوتا ہے۔

اس مرحلے پر اس کے نزدیک کوئی چیز رکاوٹ ڈالنے والی نہیں ہوتی ہے، مسلمان حق گو، حق پسند ہوتا ہے۔ اور

| | |
|---|---|
| کونوا قوامین بالقسط | تمام معاملات میں ادا کے |
| شهداء لله ولو علی | وقت بھی۔ اور فیصلے کے وقت |
| انفسکم او الوالدین | بھی انصاف پر خوب قائم رہنے |
| والاقربین | والے۔ اور شہادت کی نوبت |
| | آوے تو اللہ کی خوشنودی |
| | کے لئے سچی گواہی۔ اور اظہار |
| | دینے والے رہو، اگرچہ وہ |
| | گواہی اور اظہار اپنی ہی ذات |
| | پر ہو۔ |

ہمارے اکابر کی روش یہی ہے، اُن کی فطری محبت اُن کے باہمی تعلقات احکام شرعیہ کی چھان بین میں مانع نہیں ہوتے ہیں نہ احقاق حق سے روک سکتے ہیں۔

اور اسی وجہ سے وہ اس بارے میں مختلف القول ہیں کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان واسلام

حسب قواعد شرعیہ ثابت ہے یا نہیں۔

علمائے محققین کی ایک معتد بہا جماعت کی یہ رائے ہے کہ شرعی قواعد اور اسلامی ضوابط کے معیار پہ ان کا نہ ایمان ثابت ہے نہ اسلام اور یہ حضرات اُن تمام دلائل کو رد کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے اُن کو مسلمان یا مومن کہا جا سکے۔

انھیں میں سے علمائے ربانیین کی ایک معتد بہ جمعیت ہے جو کہ اس امر کی مدعی ہے کہ والدین ماجدین کا اسلام ثابت ہے، اور کہتی ہے کہ ہمارے پاس دلائل تو یہ ہیں کہ جن کا انکار کوئی منصف مزاج کر بھی نہیں سکتا ہے۔

چنانچہ امام زرقانی فرماتے ہیں کہ

| | |
|---|---|
| ولا بدع ان یکون الابوان الشریفان کالقسم الاول اعنی زید بن عمرو بن نفیل وقس ابن ساعدة بل الابوان اولی بذلک۔ | یہ امر قابل تعجب نہیں کہ آپ کے والدین بھی اہل فترت کی قسم اول میں سے ہوں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور قس بن ساعدہ، بلکہ آپ کے والدین تو بدرجہ اولی اس قسم میں شامل کئے جانے کے مستحق ہیں۔ |

مسئلہ پیچیدہ ہے، فریقین میں علمائے اذکیا ہیں، یہ فیصلہ دشوار ہے کہ ان دونوں رایوں میں سے کون سی صحیح اور کون سی غلط ہے، پھر اس بارے میں کسی غلط عقیدے پر رسوخ خطرناک غلطی بھی ہے جسکی اصلاح یا تلافی ناممکن ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ مذہب حنفیہ کے باخبر اور پورے حامی بزرگ ہیں مگر چونکہ اس مسئلے میں اُن کی تحقیق آپ کے والدین کے متعلق یہی ہے کہ اُن کا ایمان ثابت نہیں ہے اس لئے علمائے شافعیہ کی ایک بڑی جماعت اُن پہ برس پڑی ہے، اُن کی عبارتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا دل اب بھی ٹھنڈا نہیں ہوا ہے:

آپ کے والدین تو ناری ہوں یا ناجی مگر ملا علی قاری صرف اس وجہ سے کہ محققانہ دلائل کی بنا پر اسلام والدین ماجدین کے قائل نہیں ہیں ناری ہی ہیں۔

ہمارے اکابر (رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃً) کا طریقہ اس بارے میں بہت محتاط طریقہ ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک کی نہ تائید کی جاوے نہ تردید، بلکہ سکوت کرنا چاہئے اور جس طرح شریعت کے بعض اور مسائل میں توقف کیا گیا ہے اسی طرح اس میں بھی توقف کرنا چاہئے۔

یہ طریقہ احوط اس لئے ہے کہ آپ کے والدین کے کفر یا اسلام پر ہمارے ایمان و اعمال کا مدار نہیں ہے، غلطی کا احتمال دونوں جانب ہے، اس لئے اس کو علام الغیوب ہی پہ مفوض رکھا جاوے۔

اگر یہ دونوں فی الواقع (عند اللہ) مومن ہیں، اور ہم نے ان کو کافر کہا تو

| | |
|---|---|
| من قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما۔ | جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو اس کا نقصان قائل اور مخاطب دونوں میں سے ایک کو ضرور پہونچے گا۔ |

کی وعید کے مصداق ہوئے۔

اور اگر معاملہ برعکس ہے تو کافر کو مومن کہہ کر عدو اللہ کو حبیب اللہ کہنا کون سی دانشمندی ہے یہ بھی قابل مؤاخذہ اور وہ بھی لائق بازپرس، سکوت کی صورت میں نہ یہ خطرہ نہ وہ خدشہ، کیونکہ ان کے اسلام یا کفر کا عقیدہ جزو ایمان نہیں ہے۔

ایسے موقع پر ملا علی قاری کی وہ نصیحت بھی قابل عمل ہے جو انھوں نے ازواج مطہرات وغیرہن کے تفاضل پر کرتے ہوئے بطور خلاصۂ کلام کی ہے۔

| | |
|---|---|
| والحاصل ان الحیثیات مختلفۃ والروایات | خلاصہ یہ کہ ان کی حیثیات مختلف ہیں، کہ کوئی زوجہ ہے کوئی صاحبزادی |

(سلسلہ کالم آگے دیکھیے)

چوتھی قسط:۔

# قانون عذاب الٰہی

(مولانا اخلاق حسین قاسمی الدھلوی)

**مکہ کا قحط** قریش کی زیادتیوں کے جواب میں اگرچہ سرور عالم نے ہمیشہ درگذر سے کام لیا لیکن جب ان سنگ دلوں پر اس کا الٹا اثر پڑنا شروع ہوا اور وہ اخلاق و شرافت کے رویہ کو کمزوری سمجھ کر اپنی چیرہ دستیوں میں حد سے زیادہ بیباک ہونے لگے تو سرور عالم نے مکہ والوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

آپ نے خدا تعالیٰ سے دعاء فرمائی۔

| | |
|---|---|
| اللهم اجعلها عليهم سنين كسني يوسف ؑ | خداوندا! ان لوگوں پر حضرت یوسف کے عہد کی سی خشک سالی مسلط کر دے۔ |

آپ کی دعاء قبول ہوئی۔ اور غلہ کی کمیابی کی وجہ سے مکہ والوں کی یہ حالت ہوگئی کہ

| | |
|---|---|
| حتى اكلوا الميتة والعظام | وہ لوگ مردار چیزیں اور ہڈیاں |

(مولانا اعزاز علی صاحب کے مضمون کا بقیہ)

| | |
|---|---|
| متعارضة والمسئلة ظنية والتوقف لا ضرر فيه قطعاً فالتسليم (دسلم) | وغیرہ روایات میں تعارض ہے اور بحث ظنی ہے، اور توقف میں قطعی طور کسی قسم کا نقصان نہیں ہے اس لئے اس کو علام الغیوب ہی کو مفوض کر دینا عقیدے کے خطرات سے بالکل خالی ہے۔ جمع الوسائل صفحہ ۲۲ ج ۱ |

بس ہمارے اکابر کے نزدیک اس بحث میں بھی اگر اسی پر عمل کیا جاوے تو خطرہ سے خالی ہے۔

| | |
|---|---|
| وجعلوا يرفعون ابصارهم الى السماء فلا يرون الا الدخان۔ | کھانے لگے۔ اور وہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے تھے تو انھیں دھویں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ |

ایک روایت میں آتا ہے کہ (علھز) کھانے کی نوبت آگئی تھی گوبر کو اونٹ کے خون میں ملا کر پکایا کرتے تھے اسے علھز کہا گیا ہے۔

خشک سالی کے علاوہ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ یمامہ سے مکہ میں جو غلہ آتا تھا وہ بند ہوگیا، اتفاق یہ ہوا کہ جب حضور نے محمد ابن سلمہ کو بنی بکر ابن کلاب کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تو اس سریہ سے واپس ہوتے وقت ثمامہ ابن اثال الحنفی محمد ابن سلمہ کے ساتھ مدینہ طیبہ آ گئے۔ اور حضور کی خدمت میں پیش ہو کر اسلام قبول کر لیا، ثمامہ نے مسلمان ہو کر عمرہ کا ارادہ کیا۔ جب مکہ پہنچے تو قریش ان پر بہت بگڑے۔ اور کہا "تو دین آبا سے پھر گیا۔ انھوں نے جواب دیا۔

| | |
|---|---|
| اسلمت واتبعت خير دين دين محمد صلى الله عليه وسلم والله لا يصل اليكم حبة من اليمامة | میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بہترین دین "دین محمد" اختیار کر لیا۔ خدا کی قسم! میں تمہیں یمامہ سے ایک دانہ اناج کا نہیں بھیجوں گا۔ |

(روح المعانی)

ثمامہ نے ایسا ہی کیا۔ اور مکہ میں باہر سے بھی غلہ

کی درآمد بند ہوگئی۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کی تفسیر کے مطابق سورہ دخان کی حسب ذیل آیات میں بطور پیشینگوئی اسی واقعہ کی خبر دی گئی ہے۔

فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم۔ ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون انی لهم الذکری وقد جاءهم رسول مبین ثم تولوا عنه وقالوا معلم مجنون انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون یوم نبطش البطشة الکبری انا منتقمون

آپ اس دن کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنیوالا دھواں ظاہر ہو اور وہ سب لوگوں کو گھیر لے، یہ ایک دردناک سزا ہے، سو اس وقت مکہ والے خدا تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے اس مصیبت کو دور کردے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس سے ان کو کب نصیحت حاصل ہوتی ہے، حالانکہ ان کے پاس ایک واضح تعلیم والا رسول آیا پھر بھی یہ لوگ اس کی نافرمانی کرتے رہے۔ اور یہی بات کہتے رہے کہ یہ کلام کسی دوسرے انسان کا سکھایا ہوا ہے۔ اور یہ شخص دیوانہ ہے۔ ہم حجت تمام کرنے کے لئے اس عذاب کو ہٹادیں گے۔ اور بلاشبہ یہ لوگ پھر وہی کام کریں گے ہم انھیں ایک روز سخت گرفت میں پکڑیں گے۔ اور پورا پورا بدلہ اس وقت لیں گے۔ (سورہ دخان)

اس تفسیر کے مطابق چند امور کی وضاحت ضروری ہے

(۱) دخان سے مراد قحط ہے، اس لئے کہ۔

ا:۔ بہت زیادہ بھوک میں انسان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے۔ اور وہ جس طرف دیکھتا ہے اسے دھواں دھواں سا نظر آتا ہے۔ یہ مجاز ہے کہ مسبب بول کر سبب مراد لیا۔

ب:۔ قحط کے زمانہ میں آسمان پر گرد وغبار چڑھا رہتا ہے اسے دھواں کہا۔

ج:۔ عرب بڑے فتنہ کو دخان کہدیا کرتے تھے اسی محاورہ کے مطابق قرآن نے قحط کے فتنہ کو دخان سے تعبیر کیا۔

دخان کی یہ تفسیر ابن مسعود، قتادہ، ابوالعالیہ، نخعی ضحاک مجاہد، مقاتل۔ اور ایک روایت میں خود حضرت ابن عباس نے اختیار کی ہے۔

(۲) بطشۃ کبریٰ سے مراد بدر کی ہزیمت ہے جو فی الواقع قریش کی طاقت کے لئے ایک ضرب کاری تھی۔

(۳) (فارتقب) سے (مجنون) تک یہ آیت مکی ہے جس میں قحط کی پیشینگوئی ہے۔ اور (انا کاشفوا العذاب

---

لہ حضرت ابن عباس دخان سے وہ دخان مراد لیتے ہیں جو قیامت کے قریب بطور علامت قیامت کے ظاہر ہوگا۔ مفسرین میں صاحب روح المعانی نے سلسلہ مضمون کے لحاظ سے حضرت ابن مسعود کی تفسیر کو ترجیح دی ہے لیکن امام رازی ابن عباس کی تفسیر کو اختیار کرتے ہیں امام لکھتے ہیں کہ دخان سے قحط مراد لینا حقیقت کو مجاز کی طرف پھیرنا ہے جو بغیر کسی دلیل خارجی کے جائز نہیں۔

(کبیر سورہ دخان)

حضرت ابن مسعود کے علاوہ حضرت ابوہریرہ نے بھی دخان کو اس کے حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا، بلکہ اس سے فتح مکہ کا دن مراد لیا ہے جو کنایہ ہے اس خوف وہراس سے جو اس دن اہل مکہ پر طاری ہوا۔ (روح المعانی)

سے (منتقمون) تک یہ آیت مدنی ہے۔ اور ہجرت کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب مکہ میں قحط پڑا ہوا تھا اور حضور نے سرداران قریش کی درخواست پر دعا رحمت فرمائی تھی تو ابھی قحط دور نہیں ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ نے قبولیت دعا کی خبر دیتے ہوئے بطور پیشینگوئی یہ بتا دیا تھا کہ یہ لوگ اپنی روش کو نہ چھوڑیں گے۔ [۲]

## قریش کی درخواست

قحط کی تباہی دیکھ کر قریش کی طرف سے ابوسفیان سرور عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔

| | |
|---|---|
| الست تزعم انك | یارسول اللہ! کیا آپ رحمۃ للعالمین |
| بعثت رحمۃ للعالمین | بنا کر نہیں بھیجے گئے؟ فرمایا۔ ہاں! |
| فقال بلی۔ فقال قتلت | عرض کیا، آپ نے بڑوں کو |
| الآباء بالسیف و | تلوار سے ختم کیا۔ اور چھوٹوں کو |
| الابناء بالجوع انك | بھوک سے مارنا چاہتے ہیں۔ |
| تامر بصلۃ الرحم | آپ دوسروں کو صلہ رحمی کا |
| وانت قطعت ارحامنا | حکم دیتے ہیں۔ اور خود قطع رحم |
| فادع ان یکشف عنا | کرتے ہیں۔ حضور! ہمارے |
| هذا القحط۔ | لئے دعا کیجئے کہ یہ قحط دور |
| (روح المعانی) | ہو جائے۔ |

سرداران قریش نے آپ کو خطوط بھی لکھے۔ صلہ رحمی کا واسطہ دے رحم کی درخواست کی۔ ابوسفیان نے جو اس وقت قریش کے لیڈر تھے ایمان لانے کا وعدہ بھی کیا۔ [۱] یہ بھی کہا گیا "حضور! آپ کا جھگڑا مردوں سے ہے نہ کہ عورتوں۔ اور بچوں سے پھر وہ اس قحط کا شکار کیوں ہوں آپ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ یہ خشک سالی دور ہو۔

---

[۱] بیان القرآن۔ حضرت تھانوی نے اسے ترجیح دی ہے لیکن اگر ان تمام آیات کو مکی تسلیم کیا جائے تو پھر (انا کاشفوا العذاب) کو بھی پیشینگوئی کہا جائے گا۔ [۲] روح المعانی سورہ دخان۔

اور ثمامہ کو ہدایت کیجئے کہ وہ غلہ آنے کی اجازت دیدے [۱] مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر کعب ابن مرۃ بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا۔

"حضور! جب آپ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اور جب مدد چاہتے ہیں تو آپ کی مدد کی جاتی ہے۔ آپ کی قوم ہلاک ہوئے جارہی ہے۔ اس لئے دعا فرمائیے [۲]

رحمۃ للعالمین کی رحمت جوش میں آگئی، مقصد محض تنبیہ وانذار تھا۔ ہلاک کرنا نہیں تھا۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیے اور فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اللھم اسقنا غیثاً مغیثاً | اے اللہ سیراب کر تو ہم کو بارش |
| مریعاً مریاً طبقاً عاجلاً | سے جو تازگی بخشنے والی، اور تر و تازہ |
| غیر رائث نافعاً غیر | کرنے والی ہے، پے در پے جلدی |
| ضار۔ (فتح الباری) | ہونیوالی بلاتاخیر نفع دینے والی اور غیر مضر |

بارگاہ خداوندی میں حضور کی دعا قبول ہوئی۔ اور بارش شروع ہوگئی۔ اور اس قدر کثرت ہوئی کہ

| | |
|---|---|
| فسقوا الغیث فاطبقت | سات روز تک مسلسل بارش |
| علیھم سبعاً فشکا | ہوتی رہی یہاں تک کہ لوگوں |
| الناس کثرۃ المطر | نے حاضر ہو کر بارش کی زیادتی |
| فقال اللھم حوالینا | کی شکایت کی۔ آپ نے لوگوں |
| لا علینا۔ فانحدرت | کی شکایت پر پھر دعا کی۔ |
| السحابۃ عن راسہ | خداوندا! ہمارے آس پاس برستا |
| فسقی الناس حولھم [۳] | رہے ہم پر نہ برسے۔ فوراً آپ کے |
| (درمنثور عن ابن سعود) | اوپر سے بادل پھٹا۔ مدینہ کی فضا |
| | صاف ہوگئی۔ اور ادھر ادھر |
| | کے لوگ سیراب ہوتے |
| | رہے۔ |

(باقی)

---

[۱] تفسیر کبیر سورہ نحل عن الکلبی [۲] فتح الباری کتاب الاستسقاء۔

"پہلی قسط":-

# ہماری اور ہمارے وطن کی حیثیت اور ترک وطن کا شرعی حکم؟

(از حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علمار ہند)

حصول آزادی، اور خصوصاً تقسیم کے بعد ہمارے ملک کی سیاسی حیثیت میں جو تغیرات پیدا ہوئے ہیں ان کے پیش نظر بہت سے لوگ ملک کی موجودہ زندگی پر شبہات و اعتراضات کرتے ہیں۔ اور پھر ان کے اس خاص نقطہ نظر کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ بحالات موجودہ اس ملک سے ہجرت کو ایک فریضۂ دینی سمجھے ہوئے ہیں۔ خاکسار کا دیر سے یہ خیال تھا کہ علمار و فضلار ان مسائل پر توجہ فرمائیں۔ اور ان کی شرعی حیثیت پر اپنے خیالات کا اظہار کریں، اس سلسلہ میں مخدومی حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نے توجہ فرمائی۔ اور ذیل کا ایک قیمتی مقالہ میری درخواست پر مرتب فرمایا۔

مولانا کا یہ مضمون جیسا کہ خود انھوں نے فرمایا ہے۔ اس موضوع پر ایک استفسار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کی گنجائش ہے کہ دوسرے ارباب علم بھی اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اگر دوسرے ارباب علم و فہم نے اس موضوع پر اپنے خیالات ظاہر کئے تو رسالہ "دارالعلوم" انھیں فراخدلی سے اپنے صفحات پر شائع کرے گا۔ (سید محمد ازہر شاہ قیصر)

---

میرا منصب نہیں کہ مذکورہ بالا عنوانات پر خامہ فرسائی کروں، مگر جب عزیز محترم مولانا سید ازہر شاہ صاحب مدیر رسالہ دارالعلوم دیوبند کا اصرار ہوتا ہے تو میرے دل و دماغ پر حضرت الاستاذ علامہ سید انور شاہ صاحب (قدس سرہ العزیز) سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا تصور حکومت کرنے لگتا ہے۔ اور مجھے لامحالہ تعمیل ارشاد کے لئے آمادہ ہونا پڑتا ہے۔

لہٰذا چند صفحات ہدیہ ناظرین ہیں جو کچھ لکھوں خدا کرے صحیح ہو۔ واللہ الموفق وھو المعین وھو یھدی الی الرشاد۔

کوئی فیصلہ اسی وقت تک پردہ خفار میں رہتا ہے جب تک مقدمہ کے تمام پہلو سامنے نہ آئیں۔ شہادتوں۔ بیانات اور وکلار کی جرح کا منشا یہی ہوتا ہے کہ مقدمہ کے تمام پہلووں کو جج کے سامنے اجاگر کر دیا جائے۔

جب مقدمہ کے تمام پہلو سامنے آجاتے ہیں تو وہ خود فیصلہ کا اعلان کر دیتے ہیں۔

لہٰذا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا عنوان سے متعلق تاریخی اور نفس الامری حقائق پیش کر دئے جائیں۔ یہ حقائق انشار اللہ خود بخود پکار اٹھیں گے کہ فیصلہ کیا ہو۔

بااین ہمہ یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ہم اس تمام تحریر کو استفسار کی حیثیت دیں گے۔ اور تمام اہل علم۔ اور ارباب فہم سے توقع رکھیں گے کہ غلطیوں کی اصلاح کریں۔ اور رائے عالی سے مطلع فرما کر ہمارے دلی شکریہ کو قبول فرمائیں۔

(۱) اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندستان تقریباً ایک ہزار سال تک دارالاسلام رہا۔ یہاں کے حکمران مسلمان تھے۔ یا مسلمان بادشاہوں کے ماتحت اور ان کے

باجگذار تھے۔

مسلمان حکمران داخلی اور خارجی پالیسی میں کسی کے ماتحت نہیں تھے۔ اور خود اپنی فوجی قوت سے اپنے ملک اور اپنی حکومت کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

(۲) اس ملک کے زیادہ تر مسلمان خود یہاں کے قدیم باشندے ہیں۔ اور تقریباً ایک چوتھائی مسلمان وہ ہیں جو دوسرے ملکوں سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ اور انھوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنایا۔

(۳) مسلمانوں کی کافی تعداد مسلمان حکمرانوں سے پہلے گجرات، کاٹھیاوار، مدراس وغیرہ جنوبی سرحد کے شہروں میں آکر آباد ہوئی۔ اقتصادی ضرورتیں اُن کو کھینچ کر یہاں لاتی تھیں یا تبلیغی مقاصد نے اُن کی اس ملک کی طرف رہنمائی کی تھی۔ بہر حال تاجر اور مبلغ یہاں پہونچے۔ اور انھوں نے بود و باش اختیار کی۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی اولاد کا آبائی وطن یہ ہندستان ہی بن گیا۔ بسا اوقات ان پاکباز نفوس قدسیہ کو جو نوع انسان کا درد دل میں لے کر تبلیغ و اصلاح کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ بے پناہ مصائب برداشت کرنے پڑے۔ جن کو ان بندگان خدا پرست نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ نتیجہ کامیابی رہا۔ جو آج ہماری تاریخ کا سنہری باب ہے۔

(۴) مسلمان حکمرانوں کے دور میں اور اُس سے پہلے اور بعد میں مسلمانوں نے کڑوروں اربوں روپیہ کی جائدادیں جائز اور صحیح طور پر حاصل کیں۔ اور آج تک اُن کی املاک جن کی قیمت کئی ارب روپیہ ہوسکتی ہے۔ یہاں موجود ہیں۔

(۵) مسلمانوں نے اس ملک میں اسلامی آثار و روایات کو قائم اور سربلند، اور مستقبل میں اپنی نسلوں اور جدید مسلمانوں کے اسلام اور تعلیم اسلام کو محفوظ۔ اور جاری رکھنے کے لئے ہزاروں مدرسے قائم کئے۔ لاکھوں مسجدیں تعمیر کیں۔ اور کڑوروں روپیہ کی جائدادیں وقف کیں جو آج ہمارا ملی سرمایہ ہیں۔

(۶) ایک دور آیا کہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی۔ سات سمندر پار کرکے ایک قوم یہاں پہونچی۔ اُس نے دھوکہ۔ مکر فریب اور پھر جبر۔ تشدد۔ اور ہولناک مظالم سے مسلمانوں کی حکومت ختم کی۔ اپنی قاہر اور جابر سلطنت قائم کی۔ اُس کے بے پناہ مظالم کا تذکرہ بھی لرزہ خیز ہے۔ مثلاً مسٹر ایڈورڈ ٹامسن۔ نے انگریزوں کے بیانات کے حوالہ سے لکھا ہے

> "بنارس۔ اور الہ آباد میں کانپور کے واقعہ سے پہلے ایک موقع پر چند نوجوان لڑکوں کو محض اس بنا پر پھانسی دی گئی کہ انھوں نے شوقیہ طور پر باغیوں کی جھنڈیاں اُٹھا کر بازاروں میں منادی کی تھی۔ سزا موت دینے والی عدالت کے ایک افسر نے پرنم آنکھوں سے کمانڈنگ افسر کے پاس جاکر درخواست کی کہ ان نابالغ مجرموں پر رحم کرکے پھانسی کی سزا کو تبدیل کر دیا جائے۔ لیکن بے سود۔ اس تمام سلسلہ میں ایسے بیشمار واقعات ہیں جن میں اس قسم کی نمائشی عدالتوں سے بھی گریز کیا گیا۔ اور بیگناہ انسانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا۔ پھانسیاں دینے کے لئے رضاکارانہ ٹولیاں بنائی گئیں۔ جنھوں نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے دیہات کا دورہ کیا۔ اس حالت میں کہ اُن کے پاس پھانسی دینے کا سامان بھی مکمل نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی کو پھانسی دینے کے طریقے سے پوری طرح واقفیت تھی۔ چنانچہ ان میں سے ایک شریف آدمی اپنی شاندار کامیابی کا اس طرح فخریہ اظہار کیا کرتا تھا کہ ہم پھانسی دیتے وقت عام طور پر آم کے درخت اور ہاتھی کو استعمال کیا کرتے تھے۔ یعنی ملزم کو ہاتھی پر بٹھا کر درخت کے نیچے لے جاتے تھے۔ اور گلے

میں اوپر سے رسہ ڈال کر ہاتھی کو ہنکا دیتے تھے یہاں تک کہ ملزم، اس طرح تڑپنے۔ اور جانکنی کی حالت میں انگریزی کے 8 آٹھ کے ہندسہ کی دلچسپ شکل بن کر رہ جاتا تھا (صفحہ ۶۴، انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ)

"لکھنؤ پر قبضہ کرنے کے بعد قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا گیا۔ چنانچہ ہر ایسے ہندستانی کو قطع نظر اس سے کہ وہ باہر کا ہے یا اودھ کا دیہاتی، بے دریغ تہ تیغ کیا گیا یہاں تک کہ نہ کوئی سوال ہی کیا جاتا تھا۔ اور نہ اس قسم کا کوئی تکلف روا کیا جاتا تھا۔ بلکہ محض سیاہ رنگ ہی اس کے مجرم ہونے کے لئے کافی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ اور سزا دینے کے لئے ایک رسہ اور درخت کی شاخ کا استعمال کیا جاتا تھا"

(صفحہ ۸۰ تصویر کا دوسرا رخ)

دہلی وغیرہ میں شہر کے بلند مقام پر ایک چوگوشہ سولی نصب کی گئی تھی جہاں پانچ اور چھ اشخاص کو روزانہ پھانسی دی جاتی تھی جس کے قریب ہی انگریز افسران سگرٹوں کے کش پر کش اڑاتے ہوئے۔ لاشوں کے تڑپنے کے نظاروں میں محو دکھائی دیتے تھے۔ صفحہ ۶۶

لارڈ رابرٹس۔ اپنی والدہ کو ایک چٹھی میں لکھتا ہے "ہم پشاور سے جہلم تک پاپیادہ سفر کرتے ہوئے پہونچے۔ اور راستہ میں کچھ کام بھی کرتے آئے۔ یعنی باغیوں سے اسلحہ چھینا اور ان کو پھانسیوں پر لٹکا دینا۔ چنانچہ توپ سے باندھکر اڑا دینے کا جو طریقہ ہم نے اکثر استعمال کیا ہے اس کا لوگوں پر ایک خاص اثر ہوا۔ یعنی ہماری ہیبت لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گئی" (تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۳۴)

"شمال مغربی سرحدی صوبہ اور پنجاب میں اندھا دھند پھانسیاں دی گئیں۔ جن میں مرد، عورت اور بچوں کی کوئی تمیز روا نہ رکھی گئی تھی، بیشمار دیہات جلائے گئے" (صفحہ ۵۱ تصویر کا دوسرا رخ) راستہ میں سینکڑوں میل تک سڑک کے دونوں طرف دیہاتیوں کو بے دریغ قتل و غارت۔ اور برباد کر کے ملک کو صحرا کی طرح ویران کر دیا گیا۔

دہلی سے باغیوں کے فرار ہونے کے بعد انگریز فاتحین نے باشندوں کا قتل عام کیا۔ اور بے ضابطہ انگریزی عدالتوں کے حکم سے ہزاروں شہری پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیئے گئے حالانکہ ان کو بغاوت سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا (تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۷۵، صفحہ ۷۶) مختصر یہ کہ بیشمار دیہات کو ایسے وقت میں جلا کر خاکستر کر دیا گیا جبکہ عورتیں، بوڑھے اور بچے گھروں کے اندر موجود تھے (تصویر کا دوسرا رخ صفحہ ۸۰)

ٹائمز کے نامہ نگار نے لکھا تھا۔

"میں نے دہلی کے بازاروں میں سیر کرنا مطلقاً چھوڑ دیا کیونکہ کل ایسا دردناک واقعہ دیکھنے میں آیا جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ایک افسر بیس سپاہی لے کر شہر کی گشت کو جانے لگا تو میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا۔ اور راستہ میں ہم نے چودہ عورتوں کی لاشوں کو شالوں میں لپٹے ہوئے بازار میں پڑا پایا جن کے سر دھڑوں سے ان کے خاوندوں نے خود جدا کئے تھے۔ چنانچہ ایک عینی شاہد سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ دردناک حادثہ اس لئے ظہور پذیر ہوا کہ ان کے خاوندوں کو خطرہ تھا کہ اگر انگریز سپاہیوں کے قابو میں آگئیں تو وہ ان کی عصمت دری کریں گے لہٰذا تحفظ ناموس کا یہی طریقہ مناسب خیال کیا گیا جس کے بعد خاوندوں نے بھی خودکشی کر لی چنانچہ ان کی لاشوں کو بھی ہم نے دیکھا"۔ صفحہ ۲۸۔

"والپول" کا بیان ہے کہ "صرف دہلی میں تین ہزار آدمیوں کو پھانسی دی گئی۔ مؤلف تبصرہ التواریخ کی تحقیق یہ ہے کہ تیس ہزار مسلمان قتل کئے گئے۔ اور سات دن تک برابر قتل عام جاری رہا" (افسانہ غم صفحہ ۲۸، صفحہ ۲۹)

مذکورہ بالا اقتباسات میں بہت ہی مختصر طور پر پشاور سے لے کر لکھنؤ۔ اور کانپور تک کے واقعات کا خفیف سا

عکس پیش کیا گیا ہے جو بہت ہی ناتمام ہے۔

صوبہ بہار، کلکتہ، اور بنگال جہاں سے ۱۸۵۷ء کے واقعات کا آغاز ہوا تھا۔ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ان کی تفصیلات مسٹر ایڈورڈ ٹامسن نے اپنی کتاب "دی آدر سائڈ آف دی میڈل" میں پیش کی ہیں، اور ان تمام لرزہ خیز تفصیلات کے متعلق اُس کا دعویٰ ہے کہ جتنے واقعات قلمبند کئے گئے ہیں اُن میں سے ایک بھی کسی ہندستانی قلم یا زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے۔ یہ سب انگریزوں اور بالخصوص انگریز افسران کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔ بہرحال سرحد سے بنگال تک پورے شمالی ہند میں درختوں پر لٹکا کر پھانسی دینے توپ دم کرنے۔ کمروں میں بند کرکے بھوکے پیاسے مار ڈالنے گرم سلاخوں سے داغ داغ کر مارنے۔ چونے کی بھٹی میں ڈال دینے۔ ہاتھی کے پیروں سے باندھ کر سسکا سسکا کر مارنے۔ سور کی کھال میں سی کر چونے کی بھٹی میں ڈال دینے کے واقعات اتنے بکثرت ہیں کہ اُن کے قلمبند کرنے کے لئے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں بطور اشارہ چند واقعات نقل کئے گئے (اس سے مزید تفصیل آپ علماء ہند کے شاندار ماضی طبع اول حصہ چہارم میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

بطور نمونہ دو اقتباس۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔

ٹائمز آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر ڈی لین نے لکھا تھا۔

"زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا، یا پھانسی سے پہلے اُن کے جسم پر سور کی چربی ملنا۔ یا زندہ آگ میں جلا دینا۔ یا ہندوستانیوں کو مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بد فعلی کریں۔ ایسی مکروہ اور ستمگرانہ حرکات کی دنیا کی کوئی تہذیب بھی کبھی اجازت نہیں دیتی۔ ہماری گردنیں شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں اور یقیناً ایسی حرکات عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہیں۔ صفحہ ۲۴ ترجمہ دی آدر سائڈ آف میڈل"

مجینڈی لکھتا ہے۔

وہ رات ہم نے جامع مسجد (دہلی) پر پہرہ دیتے ہوئے بسر کی۔ اور ہمارا زیادہ تر وقت اُن قیدیوں کو گولی سے اڑا دینے یا پھانسی پر لٹکانے میں گذرتا تھا جن کو ہم نے صبح کے وقت گرفتار کیا تھا لیکن آخر وقت تک اُن کے چہروں سے شجاعت۔ اور ضبط کے آثار ہویدا تھے۔ جو اس سے کسی بڑے مقصد کے لئے شایان شان علامات تھیں (صفحہ ۵۴ تصویر کا دوسرا رُخ)

(۷) انگریزی مظالم کی چیرہ دستیاں مسلمانوں کی حکومت اور اُن کے جان و مال تک ہی محدود اور منحصر نہیں رہیں۔ بلکہ اُس نے مسلمانوں کے دین و مذہب کو تباہ کرنے میں بھی کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔

بیشمار اوقاف کو ضبط کیا۔ مساجد کو شہید کیا۔ قبرستانوں کو مسمار کیا۔

آج اُن شاہی جاگیروں کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا جو تاج محل آگرہ۔ جامع مسجد دہلی جیسے شاہی اداروں کے لئے مسلمان بادشاہوں نے شاہانہ انداز میں وقف کی تھیں صرف تاریخ کے اوراق سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ اوقاف کروروں روپے کے تھے۔ جامع مسجد دہلی جو سرزمین ہند میں مرکز اسلام کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ اُس کے ضبط کرنے کے واقعات دہلی کے ہر باشندے کو معلوم ہیں۔ تاریخ ان واقعات کو اس لئے نہیں محفوظ کر سکی کہ نوک شمشیر کے سامنے نوک قلم کو قوت تحریر باقی نہیں رہی تھی۔

لاہور، لکھنؤ، احمد آباد وغیرہ میں آپ کو بہت سی مسجدیں مل سکتی ہیں جو منہدم کی گئیں یا دفتروں، تھانوں۔ اور پولیس چوکیوں کے کام میں لائی گئیں۔ بعد میں بہت سے اپیلوں اور درخواستوں کے بعد واگذار کرائی گئیں۔ اور تقریباً پندرہ[1] سال پہلے لاہور میں ایک مسجد دکھائی گئی تھی جس میں ایک محکمہ کا دفتر تھا۔ غالباً وہ اب بھی دفتر کے کام میں ہی استعمال کی جا رہی ہے۔ (حاشیہ[1] اگلے صفحے کے کالم ا کے نیچے دیکھئے)

(۸) انگریز کے مقابلہ میں استخلاص وطن کی جو تحریک شروع ہوئی تھی ۱۹۴۷ء میں اس کا خاتمہ اس پر ہوا کہ :-

(ا) ہندستان کے دو حصے کر دئے گئے۔

(ب) ہر حصۂ ملک کو داخلی اور خارجی امور میں آزادی دی گئی۔

(ج) اور اس کا بھی حق دیا گیا کہ وہ برطانیہ سے اپنا تعلق منقطع کر سکتے ہیں۔

اس تقسیم کی بنا پر یہ ضرور ہوا کہ مسلم اکثریت کا علاقہ پاکستان بن گیا۔ اور ہندو اکثریت کے علاقہ نے ہند۔ یا انڈین یونین۔ اپنا نام تجویز کیا۔

مگر اس تقسیم نے کسی بھی اقلیت کو اکثریت کے علاقہ میں وطنی اور شہری حقوق سے محروم نہیں کیا۔ بود و باش۔ کاروبار ملازمت، تجارت۔ مذہبی مراسم۔ اور امور معاشرت وغیرہ میں اس تقسیم کی رو سے جو حیثیت اکثریت کو حاصل ہوئی۔ وہی اقلیت کی بھی تسلیم کی گئی۔

جس طرح ایک مسلمان کو پاکستان میں ایک ہندو کو ہندوستان میں رہنے سہنے۔ ملازمت۔ تجارت۔ مذہبی عبادتوں، مذہبی تہواروں۔ اور نکاح۔ بیاہ شادی۔ یا مراسم تعزیت انجام دینے کا حق ہے۔ ایسے ہی ہر ایک اقلیت کو ان امور کا حق حاصل ہے۔ تقسیم نے ان امور میں اقلیت اور اکثریت کے درمیان کوئی امتیاز نہیں قائم کیا۔ اسی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ تقسیم فرقہ واریت کے اصول پر نہیں ہوئی [1]

(۹) جب ملک تقسیم ہو رہا تھا تو دونوں ملکوں کے کچھ علاقوں میں بلوؤں اور ہنگاموں کا ایک طوفان اٹھا۔ جس کی قیامت خیزیاں کم و بیش تین ماہ تک جاری رہیں جس سے پاکستان کا تقریباً ایک نصف علاقہ اور ہند یونین کے چند سرحدی علاقے (مشرقی پنجاب، دہلی اور بھرت پور وغیرہ) تہ و بالا ہو گئے۔ فوج۔ اور پولیس تک اس طوفان سے متاثر ہوئی۔ حکومت کا نظم و نسق معطل ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان متاثرہ علاقوں کی اقلیتیں ترک وطن پر مجبور ہوئیں۔

(۱۰) تقسیم کے بعد ہند یونین کے ارباب حل وعقد (دستور ساز اسمبلی) نے ہند یونین کا ایک دستور بنایا۔ جس میں بلا لحاظ مذہب وملت ہر باشندۂ ملک کے بنیادی حقوق مساوی تسلیم کئے گئے۔ دستوری۔ اور آئینی طور پر تسلیم کیا گیا کہ ہر فرقہ کو مذہبی امور میں آزادی ہوگی۔

حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا — یعنی وہ مذہب ملت کی بنا پر باشندگان ملک میں کوئی امتیاز روا نہ رکھے گی۔

ملک کے تمام باشندے اپنی آزادانہ رائے سے نمائندے منتخب کریں گے۔ جو غیر مذہبی حکومت کی تشکیل کیا کرینگے اور ہر باشندہ ملک بلا لحاظ مذہب وملت اپنی صلاحیت قابلیت۔ اور جد وجہد کے بموجب حکومت میں حصہ لے سکے گا۔

(۱۱) آزادی ملنے کے بعد اصول آزادی۔ نیز ان اصول کے پیش نظر جو تقسیم کے وقت فریقین نے تسلیم کر رکھے تھے اور جن کو ہند یونین کی دستور ساز اسمبلی نے بنیادی حقوق اور اصول موضوعہ کی حیثیت دیدی ہے۔ ہند یونین کے مسلمانوں کی حیثیت اس حیثیت سے متفاوت ہو گئی۔ جو انگریزی حکومت کے دور میں ان کو حاصل تھی۔ مثلاً (الف) انگریزی دور حکومت میں ملک کا مالک برطانوی سامراج تھا۔ اس ملکیت میں نہ کسی مسلمان کا حصہ تھا نہ ہندو کا۔ چنانچہ

---

[1] جب انگریز کے الہامات۔ اور الیکشن بازوں کی اغراض مشئومہ کی کامیابی کے لئے مسجد شہید گنج کو شہید کرایا گیا۔ اور اس کی تحریک نے سرزمین پنجاب میں قیامت بپا کر رکھی تھی — ایک اجتماع میں شرکت کے لئے احقر کو بھی لاہور جانا پڑا تھا۔ (منہ)

وہ جس کو چاہتا تھا اپنی صوابدید کے مطابق اپنے اغراض کے لئے استعمال کرتا تھا کبھی وہ مسلمان کو آگے بڑھا دیتا تھا۔ اور کبھی ہندو کو آگے بڑھا کر مسلمانوں کو پٹوا دیتا تھا۔

بیرونی معاملات میں بھی وہ جس سے چاہتا تھا صلح کرتا تھا جس کو چاہتا تھا تجارتی مراعات دیتا تھا۔ اور جس سے چاہتا تھا جنگ کرتا تھا۔ اور ہندوستان کے باشندوں اور اُس کی دولت کو ہندوستان سے مشورہ کئے بغیر جنگ میں جھونک دیتا تھا۔

چنانچہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۵ء تک اکتیس سال میں اُس نے دو مرتبہ جرمنی، اور خود مسلمانوں کے مرکز خلافت حکومت ترکی سے عظیم الشان لڑائیاں کیں۔ جن میں ہندستان کے لاکھوں نوجوانوں۔ اور اربوں روپیہ کی دولت تباہ و برباد کی گئی۔ اور ہندوستانیوں سے استصواب بھی نہیں کیا گیا۔

(ب) انگریز کے دور حکومت میں اسمبلی وغیرہ کے جملہ حقوق انگریز کے عطار کردہ تھے۔ کیونکہ ہندستان کا مالک برطانوی سامراج کو مانا جاتا تھا۔ آزادی کے بعد یہ جملہ حقوق ہندوستانیوں کو ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے حاصل ہیں کسی کے رحم وکرم پر نہیں بلکہ اسی بنار پر کہ وہ اس ملک کے باشندے۔ اور مجموعی طور پر اس ملک کے مالک ہیں۔ اور باشندہ ملک ہونے کی بنار پر فطری طور سے اُن کو اپنے گھر باہر اپنے شہر اور اپنے وطن کے حقوق۔ اور اختیارات حاصل ہیں۔

(ج) انگریز کے زمانہ میں مذہبی آزادی جو کچھ بھی تھی وہ تاج برطانیہ کی عطار کردہ تھی۔ لیکن اب یہ آزادی کسی عطار اور بخشش کی بنار پر نہیں ہے۔ بلکہ دنیا بھر کے اس مسلمہ اصول کی بنار پر ہے کہ آزاد ملک میں ہر ایک باشندہ ملک کو قدرتی طور پر یہ حق حاصل ہے کہ اُس کا مذہب آزاد ہو اور اُس کو اپنے عقائد۔ خیالات۔ اور تہذیب وطرز معاشرت میں آزادی حاصل ہو۔

(۱۲) مذکورہ بالا اصول کے خلاف عمل در آمد خیانت اور جرم تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حکومت کے کسی رکن یا کسی افسر کو یا کسی بھی کاربرداز کے لئے جائز نہیں کہ ان اصول کے خلاف عمل کرے جن کو دستوری اور آئینی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور جن کو ہر انسان کا پیدائشی حق قرار دیا گیا ہے۔ لیکن جس طرح حکومت کے اصول۔ اور آئین کے برخلاف رشوت، بلیک مارکیٹ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے، اسی طرح اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں ملکوں میں اقلیتوں کے برخلاف عمال۔ اور افسران حکومت کی فرقہ وارانہ ذہنیتیں کارفرما رہتی ہیں۔ اور ان کی بنار پر ہند یونین میں مسلمانوں کو، اور پاکستان میں ہندؤں کو انفرادی اور جماعتی پریشانیاں درپیش ہیں۔ اور اس وجہ سے دونوں ملکوں میں ترک وطن کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن جس طرح رشوت یا بلیک مارکیٹ کو حکومت کا آئین یا اُس کی پالیسی نہیں قرار دیا جا سکتا باوجودیکہ بکثرت موجود ہے۔ اسی طرح ظاہر ہے کہ اس فرقہ پرستی کو بھی آئین حکومت نہیں مانا جا سکتا اور نہ اس کی وجہ سے امن اور دستور ہند کو ناقابل اعتبار گردانا جا سکتا ہے۔

---

(صفحہ ۵۸ کا باقی مضمون)

پہلے مختصر سا عربی خطبہ ہے دونوں خطبوں میں یہ مناسبت رکھی گئی ہے کہ اردو میں اصلاح عقائد واعمال سے متعلق جو مضمون بیان ہوا ہے اس سے پہلے عربی خطبہ میں دلائل کے طور پر آیات قرآن احادیث نبوی کا مختصر سا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ ہم نے خطبات کا حصہ اکثر جگہ سے پڑھا۔ اور ان سب کو ہم نے مفید اور کارآمد پایا۔ زبان بھی کافی حد تک صاف وشستہ ہے۔ اور مضامین بھی ضروری ہیں۔ ائمہ مساجد اگر ان خطبات کو بعینہ عوام تک پہونچا دیں یا ان مضامین کو اپنی زبان میں نمازیوں کے سامنے پیش کریں تو یہ دین کی ایک خاص خدمت ہو سکتی ہے۔

(سید محمد ازہر شاہ قیصر)

# حضرت مولانا نانوتوی رح کی شاعری

(از مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی)

برادرم مولانا فریدی کے متعلق اگر میں یہ کہوں کہ ان کی زندگی متضاد صفات و خصوصیات کی حامل ہے تو اس میں کسی شاعرانہ۔ اور خطیبانہ مبالغہ کا دخل نہیں ہوگا۔ اپنی شکل و صورت' اور ظاہری انداز و اطوار کے لحاظ سے وہ مجذوب صفت انسان ہیں جنھوں نے درس و تدریس، تبلیغی جماعت، اور قومی کاموں کے لئے خود کو وقف کر دیا ہے لیکن کچھ دیر ان سے گفتگو کیجئے تو معلوم ہوگا دین و دیانت کے اس سبزہ زار میں جا بجا شعر و ادب، علم و تحقیق، اور فکر و نظر کے ایسے سدا بہار پھول بھی کھلے ہوئے ہیں جن کی رنگکارنگی، تازگی، اور دلکشی گلچیں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچتی ہے ؎ گلوں کی جانب تو دست گلچیں بڑھا کئے ہیں بڑھا کریں گے۔

مولانا فریدی نے حضرت مولانا نانوتوی علیہ الرحمۃ کی باکمال زندگی کا ایک بالکل نیا رُخ پیش کیا ہے۔ اور یہ رخ مولانا کے تقدس، بزرگی، زاہدانہ زندگی۔ اور مجاہدانہ شغف سے بالکل جدا ہے مگر حیرتناک نہیں اس لئے کہ ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

مجھے بہت خوشی ہے کہ میں اپنی سعی میں کامیاب ہوا۔ اور مولانا فریدی سے اتنا اچھا مضمون رسالہ دار العلوم کے لئے حاصل کر سکا

(سید محمد ازہر شاہ قیصر)

امسال وسط شوال میں پھلاودہ ضلع میرٹھ جانا ہوا۔ مدت سے اشتیاق تھا کہ اُس قصبہ کی زیارت کروں جس میں مولانا شاہ سید عبد الغنی پھلاودی جیسا درویش صفت عالم پیدا ہوا تھا۔ اتفاق سے ۱۲ رنومبر ۱۹۵۰ء کو جمعیۃ علماء صوبہ یو، پی کے اجلاس میرٹھ میں مولوی سید عبد المغنی صاحب نبیرۂ حضرت موصوف سے ملاقات ہوئی انھوں نے مجھے اُس کتب خانہ کا گرویدہ بنا دیا جو مولانا پھلاودی رح کا جمع کیا ہوا ہے۔ اور جس کو باوجود مختصر ہونے کے علوم قاسمیہ کا مخزن کہنا چاہیئے۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رح اب سے اٹھارہ سال بیشتر اس دنیا میں موجود تھے۔ احقر نے اُن کی زندگی میں ایک عریضہ مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رح کے حالات و سوانح کے سلسلے میں پھلاودہ روانہ کیا تھا۔ مولانا اُس وقت سخت علیل اور صاحب فراش تھے جواب دوسرے کے قلم کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ پھلاودہ میں حضرت نانوتوی رح۔ اور حضرت امروہی رح کے خطوط و تصانیف کا اس قدر غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہوگا جو کسی دوسری جگہ غالباً نہیں ہے۔ خیر اس عنوان پر مستقل طور پر پھر لکھوں گا کہ میں نے کتب خانہ پھلاودہ میں کیا کیا دیکھا اس وقت مجھے حضرت مولانا نانوتوی رح کے غیر مطبوعہ کلام کو پیش کرنا ہے جو اس کتب خانے سے حاصل ہوا ہے سب سے پہلے میں مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رح کا تعارف کرا دوں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس گمنام قطب الوقت نے پھلاودہ کے ایک گوشے میں بیٹھ کر کس طرح سے مولانا نانوتوی رح کی ایک ایک ادا کو اپنے آئینہ بیاض میں اُتار لیا تھا۔ اور ان کو اپنے باکمال اُستاد کے ساتھ کتنا ربط اور تعلق خاطر تھا۔

## مولانا شاہ عبدالغنی پھلاودی
پھلاودہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے

اور نسلاً سادات کرام سے تھے حضرت مولانا نانوتوی۔ اور حضرت مولانا امروہی سے تلمذ حاصل تھا۔ سند فراغ حضرت مولانا امروہی سے حاصل کی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد میں مدرس تھے حضرت محدث امروہی جب مدرسہ شاہی سے ۱۳۰۴ھ میں امروہہ آئے تو یہ بھی اُن کے دیگر رفقار کے ساتھ امروہہ آگئے تھے یہاں مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد میں کئی سال مدرس رہے۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے امروہہ کے مدرسہ سے جسمانی تعلق منقطع کر لیا مگر پھلاودہ میں بیٹھے ہوئے امروہہ کو اور امروہہ کے محدث کو نہیں بھولتے برابر خط و کتابت جاری رہتی ہے۔ محدث امروہی کے کثیر التعداد خطوط دیگر اکابر کے مکاتیب کے ساتھ اس احتیاط۔ اور حفاظت سے رکھے ہیں کہ آج بھی چالیس پچاس سال کا عرصہ گزرنے پر نئے معلوم ہوتے ہیں۔ اُن خطوط میں مدرسہ اسلامیہ امروہہ کی تدریجی ترقی کا حال۔ تحریک قادیانیت کے خلاف اپنی سرگرمیوں کا تذکرہ۔ مناظرہ رامپور (جو اہل سنت۔ اور قادیانیوں کے درمیان ہوا تھا) کی مختصر روداد۔ ہر ضروری بات کا ذکر اور نئے واقعہ کی اطلاع موجود ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے وصال کی خبر امروہہ سے پھلاودہ روانہ کی جاتی ہے ساتھ ہی ساتھ تاکید ہے کہ اس واقعہ ... کا دکوشش کر دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوٹ دینا

مولانا پھلاودی کا اپنے اُستاذ حضرت امروہی سے عشق و محبت کا یہ عالم ہے کہ بار بار اپنے وطن میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اور یہ دعوت اُس وقت اور قوی ہو جاتی ہے جب انھیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا امروہی میرٹھ یا دیوبند تشریف لا رہے ہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا میرٹھ سے بالا ہی بالا دیوبند تشریف لے گئے جب حضرت پھلاودی کو معلوم ہوا تو یہ شعر لکھ کر امروہہ روانہ کیا

تو بہ دیوبند رسیدہ دل ما بہ زخمت کشیدہ
بہ نگاہ لطف ندیدہ نگرایں چہ شیوۂ دلبریست

مولانا پھلاودی کو حضرت قاسم العلوم سے بھی نسبت خاص حاصل تھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مولانا نانوتوی سے کس مقام پر اور کب تک تعلیم حاصل کی غالباً ۱۲۹۷ھ تک یہ پھلاودہ کا درویش مولانا نانوتوی کے دامن سے وابستہ رہتا ہے۔ بعدہٗ مولانا امروہی کے پاس مراد آباد آکر تکمیل کرتا ہے۔

پھلاودہ میں مولانا نانوتوی کے بھی بہت سے خطوط نہایت حفاظت و صیانت کے ساتھ ایک جزودان میں رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت نانوتوی اپنے اس صوفی منش شاگرد کا بڑا خیال ہیں۔ اچھے اچھے القاب سے یاد فرماتے ہیں۔ پھلاودی شاگرد کو اپنے شیخ کے قلم سے نکلے ہوئے تکریمی القاب سے کچھ ندامت محسوس ہوتی ہے۔ اور اس ندامت کا ذکر کر کے حذف القاب کی درخواست کرتا ہے۔ حضرت نانوتوی القاب میں اختصار کرنے پر طیار ہیں لیکن اُن کو بالکل ترک کرنے پر راضی نہیں ہیں۔

بہت سے خطوط ایسے بھی مولانا پھلاودی نے جمع کر لئے ہیں جو حضرت نانوتوی نے اپنے مایۂ ناز شاگرد مولانا امروہی کو روانہ کئے ہیں۔ اور اُن میں خاص خاص علمی مضامین مکتوب الیہ کی استعداد کے پیش نظر بیان فرمائے ہیں۔ مولانا پھلاودی کے ابن الابن مولوی سید عبدالمغنی صاحب نے مجھے بتلایا کہ مولانا عبدالغنی صاحب پھلاودی سفر میں بھی مولانا نانوتوی کے ساتھ رہے ہیں۔ اور اُن کی تقاریر کو ضبط کیا ہے۔

شاہ محمد عاشق پھلتی نے جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے علوم و معارف کو محفوظ رکھنے۔ اور اُن کو رائج کرنے کی کوشش کی اسی طرح مولانا پھلاودی نے حضرت نانوتوی۔ اور اُن کے تلمیذ رشید حضرت امروہی کی علمی دستاویزوں

کو دست و برد زمانہ سے محفوظ رکھا۔ اور برابر قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے معارف وعلوم کو سیکھنے۔ اور سکھانے کی تلقین فرماتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اُن کے کتب خانے میں حضرت نانوتویؒ کے کیا کیا نایاب۔ اور کمیاب علمی آثار ہیں اس کو پھر لکھوں گا اس وقت تو مجھے صرف تعارف کرانا تھا۔

مولانا پھلاودی بلند پایہ درویش بڑے جید عالم بہترین ادیب اردو، فارسی، عربی کے باکمال شاعر تھے۔ حافظ کلام اللہ ہونے کی رعایت سے حافظ تخلص تھا۔ تاریخ گوئی میں خاص مہارت تھی۔ خط نہایت پاکیزہ۔ اور اپنے دونوں اُستادوں سے ملتا جلتا تھا۔ ۱۳۵۲ھ میں انتقال فرمایا انتقال سے قبل ایک وصیت نامہ لکھا جو شائع ہو چکا ہے۔

## مولانا نانوتوی کا ذوقِ شعر

دنیائے علم واقف ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مفسر، محدث، متکلم، صوفی اور زبردست مناظر تھے۔ اُن کی تقریر و تحریر کے بہت سے نمونے علمی حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کر رہے ہیں۔ اُن کی محققانہ کاوشیں رہتی دنیا تک اُن کا نام قائم رکھیں گی۔ اُن کے تلامذہ اقصائے عالم میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اسلام کی حمایت میں اُن کے مناظرے ملت بیضا کی تقویت کا باعث ہوئے۔ اُن کے ذریعہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حکمت و معرفت دار العلوم دیوبند کے بام و در پر جلوہ گر ہوئی۔ اور آج بھی جلوہ گر ہے۔ یہ تمام خصوصیات اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن مولانا کا ایک باکمال۔ اور قادر الکلام شاعر ہونا قریب قریب نظروں سے اوجھل ہے گو شعر و شاعری ان امتیازات کے ہوتے ہوئے مولانا کے لئے کچھ زیادہ موجب عزت نہ ہو لیکن پھر بھی ایک فن ہے اور بہت سے بزرگوں نے اس فن میں اپنی جولانیٔ طبع کی کرشمہ سازیاں دکھلائی ہیں۔ مولانا کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ قصائد قاسمی کے نام سے چھپ چکا ہے جس میں ایک نعتیہ قصیدہ شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر بھی ذوق شعر کا پتہ چلانے کے لئے یہ مجموعہ کافی نہیں ہے۔

ایک طرف حضرت نانوتویؒ نے اُردو نثر کو علمی و فنی اصطلاحات کے خزانے عطا فرمائے اُس کو معارفِ لدنیہ کا حامل بنایا۔ قبلہ نما بطور تحفہ پیش کیا۔ آبِ حیات کے جرعہ ہائے حیات بخش پلائے اس زبان میں اونچے اور مشکل مضامین کے علاوہ اپنی سادہ کلامی کے عمدہ نمونے پیش کئے دوسری طرف اُردو نظم کے دامن کو اعلیٰ تخیل۔ اور بلند جذبات سے زینت بخشی اگر مولانا نانوتویؒ کا پورا مجموعہ کلام دستیاب ہو جاتا تو میں اپنے اس دعوی میں کامیاب ہو جاتا کہ وہ اپنے زمانے کے دہلی کے بڑے بڑے شعراء سے قادر الکلامی میں کسی طرح کم نہیں ہیں[۵]۔ آخر وہ مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ جیسے ادیب وقت کے شاگرد رشید تھے جنھوں نے دیگر علوم کے علاوہ علم ادب بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ایک ذہین شاگرد مولانا رشید الدین دہلویؒ سے حاصل کیا تھا۔

مولانا مملوک علیؒ دہلی کے بعض اُن مشاعروں میں شریک ہوئے ہیں جو بادشاہ دہلی کی سرپرستی میں دہلی میں منعقد ہوتے رہتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اطیب النغم اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے عربی اشعار سے اُن کے ذوق ادب کی فراوانی کا پتہ چلتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے مولانا فضل حق خیرآبادی کے عربی اشعار پر اصلاح دی ہے اسی کا اثر ہے کہ ثورۃ الہندیہ کی نظم و نثر عربی انتہائی مؤثر ہے

---

۵ حضرت مولانا نانوتوی کی اُردو شاعری کے متعلق ابھی چند دن ہوئے احقر حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ سے گفتگو کر رہا تھا، مولانا نے فرمایا کہ میں نے متعدد بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی نے ایک دفعہ فرمایا کہ بعض وقت شاعرانہ مضامین اور کیفیت کی اس قدر آمد ہوتی ہے کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ پورا وعظ برجستہ نظم میں کہہ دوں مگر چونکہ یہ خلاف سنت ہے اس لئے اس سے پرہیز کرتا ہوں۔

اور اہل فہم کو خون کے آنسو رلاتی ہے۔ خاندان ولی اللہی کے فیض یافتہ ہوتے۔ اور خداداد صلاحیت کے باعث حضرت مولانا نانوتوی کا کلام عربی بھی نہایت پُر تاثیر اور پر کیف ہے ۱۸۵۷ء سے کچھ عرصہ بعد تک فارسی، علمی حلقوں میں کافی رائج تھی شعر و سخن میں اس زبان کے جوہر دکھائے جاتے تھے اسی لئے مولانا نے نثر کے علاوہ نظم کو بھی قند پارس سے لذت یاب فرمایا ہے۔ رہی اُردو وہ اُن کے زمانے میں ارتقائی منازل طے کر رہی تھی۔ ملک کی عام فہم زبان تھی۔ دہلی جو اُردو زبان کا عظیم الشان مرکز ہے۔ مولانا تعلیم کے زمانے میں وہاں برسوں رہے ہیں پھر وہ کس طرح اس زبان کو اپنی شیریں کلامی سے فیض یابی کا موقع نہ دیتے۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے ایک اور شاگرد جو بعد کو حضرت امروہیؒ کے یہاں مدرسہ شاہی مراد آباد میں فارغ التحصیل ہوئے، حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی مفسر امروہیؒ سے بھی حضرت قاسم العلومؒ کے ذوق شعر و ادب کا پتہ چلتا رہتا تھا حضرت حافظ صاحبؒ جو کہ اکابر دیوبند خصوصاً مولانا نانوتویؒ کے آخری چند سال کی ایک جیتی جاگتی تاریخ تھے۔ فرماتے تھے کہ مولانا نانوتویؒ نے دیوان اللہ دئے کی فرمائش پر ایک مثنوی لکھی تھی جو پانچسو اشعار پر مشتمل تھی اُس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ضعف سے ہو گیا دم رفتار
تن کو سائے کا تھا ملنا دشوار

اُس کے قریب ہی زمانے میں مولانا گنگوہیؒ نے ہدایۃ الشیعہ تصنیف فرمائی اُس کو ملاحظہ کر کے فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ دین کا یہ کام کر رہے ہیں۔ اور میں نے مثنوی لکھی ہے۔ فوراً وہ مثنوی منگوائی اور جلا دی۔

ایک مرتبہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت مولانا نانوتویؒ کے ساتھ مظفر نگر گیا تھا جیل خانے کے قریب ایک مکان میں مولانا فروکش تھے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں دوپہر کو سو رہا تھا آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مولانا کے کاغذات رکھے ہیں۔ اور خود کسی ضرورت سے کہیں گئے ہیں۔ میں نے کاغذات کو دیکھا تو دو غزلیں تھیں جو مختلف ردیف و قافیے کی تھیں۔

ایک مرتبہ حافظ صاحبؒ نے مولانا نانوتویؒ کے چند اشعار سنائے جو ان پیش کردہ غزلوں میں موجود ہیں علاوہ ازیں مولانا کی ایک غزل کا (جو ذوق کی غزل پر لکھی تھی) ایک شعر سنایا۔ ذوق کی غزل کا مطلع یہ ہے ؎

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
(ذوق دہلویؒ)

اس زمین میں حضرت مولانا نانوتویؒ کا صرف ایک شعر جو حضرت حافظ صاحبؒ کو یاد رہ گیا تھا یہ ہے ؎

میں کیا کروں کہ پر ترے ناوک کا جل گیا
رکھنا تھا اس کو داغ سے دور اور شکستہ پر
(مولانا نانوتویؒ)

اب میں حضرت والا کا غیر مطبوعہ کلام پیش کرتا ہوں اس کی دو نقلیں کتب خانہ پھلاودہ میں ہیں تیسری نقل میرے پاس ہے۔ مجھے مولوی سید عبدالمغنی سلمہ سے معلوم ہوا کہ مولانا کے کلام کی ایک ضخیم بیاض اُن کے پاس ہے اور تھی جس کو انھوں نے ایک صاحب کو عاریۃً دیدیا ہے۔ اگر وہ بیاض بھی میرے سامنے ہوتی تو میں اس سے زیادہ کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

اس موجودہ مختصر مجموعہ میں چھ غزلیں اُردو کی، دو فارسی کی۔ اور آٹھ عربی کی نظمیں ہیں۔ اس میں سے اُردو کی سب غزلیں چند اشعار کے حذف کے بعد فارسی کی دونوں غزلیں۔ اور عربی کلام کا اقتباس پیش کروں گا۔ عربی کے اشعار کافی تعداد میں موجود ہونے کے باوجود کم پیش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ناقلین و کاتبین سے کتابت

میں بہت سے اغلاط واقع ہو گئے ہیں وہ اغلاط کافی غور و خوض کے بعد رفع ہو سکتے ہیں۔ پھر عربی اشعار کا سلیس اُردو ترجمہ بھی متوسط طبقہ کے لئے ضروری تھا بنا بریں تمام حاصل کردہ کلام عربی پیش نہیں کیا گیا۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ وہ مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحبؒ پھلاودی کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں کہ ان کی کوشش کے نتیجے میں مولانا نانوتویؒ کے بہت سے علمی آثار محفوظ رہے یہ اشعار بھی انہیں کی بدولت ہمارے ہاتھ لگے جو تبرک کے طور پر ہدیۂ ناظرین کئے جا رہے ہیں۔

## کلام اُردو

(۱)

جما کر تیری صورت روبرو ہم
کیا کرتے ہیں پہروں گفتگو ہم
کیا کرتے ہیں کہتا نامہ برباد
رخ گلفام و زلف اشکبو ہم
اگر یوں ہی کٹی یہ زندگانی
تو لے جائیں گے کیا کیا آرزو ہم
نگاہ لطف کے ہیں زخم دل میں
کریں اے چارہ گر کیوں کر رفو ہم
پڑا رہنے دے اے شوق دل آرام
ابھی بیٹھے ہیں پھر کر چار سو ہم
بس اتنا تنگ مت کر وحشت دل
لئے بیٹھے ہیں اپنی آبرو ہم
لب شیریں سے خود کامی تو معلوم
پئیں گے ہمدم اب اپنا لہو ہم
نہ جاناں ہے نہ جان ہے اور نہ دل ہے
کریں کس کس کی یارب جستجو ہم
نہیں ساقی تو ہمدم چھوڑ دینگے
کسی پتھر پہ ساغر اور سبو ہم
پئے تشہیر مشت خاک قاسم
اڑائیں گے کہیں بھی - کو بکو ہم

(۲)

اگر مشق ستم کو واں نشانہ چاہیئے کوئی
تو مر جانے کو ہم کو بھی نشانہ چاہیئے کوئی
کسی کا حال کچھ ہو اور کسی پر کچھ گذر جائے
مگر زلفوں کے سلجھانے کو شانہ چاہیئے کوئی
ہمارا غم غلط ہو یا نہ ہو ہمدم سے پر تم کو
تغافل کے لئے ہم سے بہانہ چاہیئے کوئی
یہ مانا قاسم آزاد وحشی ہے مگر سنئے
وحوش دشت و صحرا کو بھی خانہ چاہیئے کوئی

(۳)

یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ
پر آپ میں ہے طرز ستم اور زیادہ
جوں سایہ نمود اپنی تمہیں سے ہے وگرنہ
کچھ ہم میں نہیں غیر عدم اور زیادہ
وہ پیار کی باتوں میں خفا ہو گیا یارب
تھی ہم کو تو امید کرم اور زیادہ
ہے عمر رواں راہ عدم جتنے بڑھے ہم
اتنے ہی بڑھے سوئے عدم اور زیادہ
اے چارہ گر عشق نہ کر وصل کی تدبیر
کھو دیں گے مجھے لطف صنم اور زیادہ
کچھ ناز کا دعویٰ ہے اگر اپنا سمجھ کر
تو ہاں تمہیں اپنی ہی قسم اور زیادہ
کیا کر کے رہے دیکھئے قاسم یہ محبت
زندہ رہے ہم گر کوئی دم اور زیادہ

(۴)

عاشقوں سے وہ صنم کیا شاد ہو
گر کسی کو شکوۂ بیداد ہو

قتل عاشق ایک پرانی بات ہے
ہاں ستم گر کچھ نئی ایجاد ہو
آرزوئیں ہوگئیں سینے میں خاک
دل لگا کر خاک کوئی شاد ہو
اپنی مشتِ خاک اور یہ آرزو
کوچۂ دلدار میں برباد ہو
بھول کر دیکھیں کہو تو ہم — اگر
بھول جانا انتقام یاد ہو
بے نیازی کا مزہ جانے وہی
جس کے سینے میں دل ناشاد ہو
قاسم دیوانہ میں دیکھی یہ بات
کشتۂ غم ہو کے غم میں شاد ہو

(۵)

مروں ہوں مری ناتوانی تو دیکھو
سرِ مرگ ہے شادمانی تو دیکھو
پڑے نقشِ پا کی طرح پر جہاں ہم
وہیں مر مٹے ناتوانی تو دیکھو
ستم گر کی زلف و نگہ سے ہمیشہ
نبٹتے ہیں ہم سخت جانی تو دیکھو
نہ آنکھوں سے نکلی نہ دل ہی میں ٹھہری
خدنگِ نگہ کی روانی تو دیکھو
نہ ہو دل کو تسکین نہ کچھ آس ٹوٹے
ذرا آپ کی خوش بیانی تو دیکھو
ادھر سے ادھر سایہ دش ضعف میں بھی
طلب میں پھرا جان فشانی تو دیکھو
مری تلخ کامی میں لذت سی لذت
ستم گر کا لطف نہانی تو دیکھو
اجل کی تمنا تھی مر کر بھی، وہ ہی
رہا غم — غمِ جاودانی تو دیکھو
تمہاری تو شیریں لب نہ دیکھی
پہ قاسم کی شیریں بیانی تو دیکھو

(۶)

رقیب مہر کے قابل عدو وفا کے لئے
بنے تھے ہم ہی فقط آپ کی جفا کے لئے
کھڑے کھڑے گرو بیگاہ کا ترا آنا
بلائے تازہ ہے اک جان مبتلا کیلئے
تفقد اس کا تمہیں اپنے آپ لازم ہے
زبان ہل نہ سکے جس کی التجا کے لئے
ہمیں تو صبر کو کہتے ہیں شیخ و واعظ سب
انھیں تو کوئی بھی کہتا نہیں وفا کیلئے
وہ بات کیا ہے کہ مر کر بھی قاتل بے رحم
قتیل تیرے تڑپتے رہے جفا کے لئے
جفا بجائے وفا اور ستم بجائے کرم
ہوا کہیں بھی کسی کے یہ آشنا کے لئے
جفائیں کیجئے۔ یہ تم کو زیب دیتا ہے
جفا بھی ہووے تو قاسم سے باوفا کیلئے؟

## کلام فارسی

(۱)

ساقیا سیرم ز مے خاکِ درِ مے خانہ ام
از لبِ شیریں بدہ لذت بیک پیمانہ ام
جان یا جاناں بگو خوانم ترا یا جانِ جاں
اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانہ ام
آتش عشق تو افتاد است در جان و تنم
سوختی یکسر فدایت جان من کاشانہ ام
از منِ خستہ چہ می پرسی کہ قاسم کیستی
گر گلی من بلبلم در شمع من پروانہ ام

(۲)

از جنوں دست در گریبانست

خارِ صحرا الشوقِ دامانست
گردشِ بخت و دورهٔ گردوں
فتنهٔ کاکلِ پریشانست
سینهٔ چاک چاک و خندهٔ ناز
دلِ بیتاب و نوکِ مژگانست
دلِ بیتاب من مبارک باد
کہ بکارِ تو چشمِ فتّانست
جاں بلب آمد و اجل برسر
واں مسیحا بکارِ دگرانست
نیمجاں کرد و رفت باز ندید
باز زاں شوخ چشمِ درمانست
ہم نفس! در عدم چہ دولت بود
کشتهٔ ناز بازشادانست
گر رمیدی زخستهات چہ عجب
بوئے گُل ہم زگُل گریزانست
شکوهٔ رفتنش چرا اے دل
رفتن از تن چہ کارِ ہر جانست
مرض عشق و یار دور و دراز
نہ مسیحا نہ آبِ حیوانست
کشتهٔ ناز را شکایت نیست
آں پریوش چرا پشیمانست
قاسم از کوچهاش چہ کار ترا
مسکنِ وحشیاں بیابانست

## کلام عربی

من لم یسخ بالبکاء حبیبهٔ
للالتفات فقد اضاع نحیبهٔ
یانفس مالک تجزعین تجملی
ذاکان منہ نصیبنا و نصیبهٔ
دع عنک ویلک ذکرهٔ وحدیثهٔ
واترک رجاک بعیدهٔ وقریبهٔ
فرجاک مقطوع و شوقک ضائع
والصبر ان صابرت لیس مصیبهٔ
ان جاء جاء مجهزاً الذهابہ
کالبدر یطلع یستمیل مغیبهٔ
بابی و امی لا تزورلنا فهل
ابقیت شیئاً تشتهی تخریبهٔ
فالموت من شوق الوصال اخف من
عیش بآلام الفراق عقیبهٔ

(ایضاً)

اغرت علی عیشی فلو عدت عادیا
ذهبت بما غادرتہ منہ بادیا
ذهبت بعقلی واصطباری وراحتی
وقلبی فلو آخی تنی بفوادیا
تقول تذکرنی اذا صرت فارغاً
عن الغیر تکنی بانتهاء ودادیا
فهل انسین الیوم من کان وجهہ
بعینی احلی قبل ذا من رقادیا
أأشغل بالاحباب منک وانت فی
فوادی سویدائی و عینی سوادیا
نعم قد شغلتم بالاحبة دوننا
ومن قد غدا فی ودّکم لی معادیا
اذا شئتُ ان انساک لا استطیعہ
واُنسی کانی ابدیا و معادیا

(ایضاً)

یا من بقلبی لہ ذکر فانسانی
روحی و شوقی الیہ منذ ازمانی
رمانی الدهر من داری واقصانی
واللہ قرّبنی منکم وادنانی

دنوت منکم ولکن ما دنوت متی
مالم تحل بعینی بین اجفانی
حللت منها فمالی لا اراک بھا
لمتات ام برق نورمنک اعمانی

(ایضاً)

جاء الکتاب وما الکتاب صحیفة
عربیةٌ من فاضل متبحر
متکلم متفطن ومحدث
متفقہ ومفسر متدبر
حاوی العلوم اصولھا وفروعھا
معقولھا منقولھا ومناظر
یجلو بصائر ناظریہ جمیعھم
ویزید نوراً فوقہ فی ناظری
سکن الفواد وکان قبل حلولہ
یرجو میامنکم ویخشی طائری

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

صورت سے ماہیت کا سراغ نکال لانا۔ اور ہیئتہ سے حقیقت تک پہونچ جانا ہی عقل، تدبر، دانش، ہوشمندی، فکر رسا اور بیدار مغزی کا کرشمہ ہوسکتا ہے۔ گویا مادہ کا معنوی تجزیہ کرکے اُس سے علم پیدا کرنا اور وہ بھی علم حقیقت۔ اور پھر اُس سے حقیقۃ الحقائق تک جا پہونچنا بلا شبہ اونچی عقل۔ اور اعلےٰ دانائی ہی کا کام ہے۔ یہی قدرت کی وہ بڑی نشانی ہے جس کو اہل عقل ان تکوینیات میں سے نکال لاتے ہیں۔ لیکن مادہ کی صورت توڑ پھوڑ کر چھری کانٹے بنا لینا، ریل، موٹر چلا لینا، برق و بخار سے لوہے کی کلیں ہلا دینا۔ اور مختلف قسم کی صناعیاں بروئے کار لا کر بازاروں۔ اور دکانوں کو تجارتی مال سے پاٹ دینا۔ اور اُس سے سرمایہ داربن کر اینٹھ مروڑ سے رہنا آخر کونسی ایسی بڑی نشانی تھی جو قرآن کے اُترے بغیر کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی تھی؟

# دیارِ مقدس سے واپسی پر

## حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کے تاثرات

### خرم آں شہرے کہ آنجا دلبر ست!

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم نے سفر حجاز سے واپسی پر ایک مضمون قلمبند فرمایا ہے جس میں حجاز کے تازہ حالات حجاج کرام کی ضرورتوں۔ اور اپنے مشاہدات بیان کئے ہیں۔ قارئین رسالہ کے اضافۂ معلومات کے لئے ہم اس مضمون کو رسالہ میں درج کرتے ہیں۔ (سید محمد ازہر شاہ قیصر)

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

چند سال سے سفر حج کی صعوبتوں میں کچھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور امسال یہ مشکلات غیر معمولی طور پر محسوس کی گئیں۔ یوں تو سفر حجاز ہمیشہ مختلف نوعیتوں سے دشوار گذار رہا ہے۔ بلکہ اس سفر عبادۃ کی روح ہی خلاف طبع امور کو برداشت کر کے اس قدرتی مجاہدہ و ریاضت سے اپنے نفس کا تزکیہ کرنا ہے چنانچہ عموماً تمام حجاج۔ اور بالخصوص ہندستانی عازمین حج ان ساری مشکلات کو نہ صرف برداشت ہی کرتے ہیں بلکہ انھیں اپنے مجاہدہ کا جزو اہم سمجھتے ہوئے بفراخ دلی ان کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس لئے معمولی۔ اور طبعی مشکلات سفر پر نہ کسی شکوہ کی جرأت ہونی چاہیے۔ اور نہ یہ حجاج کی شان کے مناسب ہی ہے البتہ غیر معمولی۔ اور غیر طبعی مشکلات جو عملی کوتاہی یا انتظامی خرابی سے پیدا شدہ ہوں اور ان کا اثر بالآخر خود مناسک اور افعال حج کی ادائیگی پر پڑتا ہو۔ قابل حکایت و شکایت ہو سکتی ہیں جن کے اظہار کر دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اس اظہار کا منشا نہ سوء ادب۔ اور گستاخی ہے۔ اور نہ معاذ اللہ کوئی ادنیٰ خیال توہین۔

حجاز میں دو ہی عنصر ہیں یا حجازی پبلک یا حکومت۔ سو اہل عرب کے بارے میں تو ہمیں شرعی ہدایت یہ ہے کہ عرب کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ جو درحقیقت محبت نبوی کا ایک شعبہ ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے آخر یہ اہل عرب حضور کے ہم وطن۔ آپ کے پڑوسی۔ اور آپ کے نام لگے ہوئے ہیں۔ پھر کون ہے کہ اسے سردار دو عالم سے محبت ہو۔ اور آپ کے نام لگے ہوئے پڑوسیوں سے نفرت ہو اور ہوگی تو اسی درجہ ایمان کا کھوٹ ہوگا۔ رہی حکومت سو ظاہر ہے کہ اول تو اسے خادم حرمین ہونے کی نسبت حاصل ہے۔ اس لئے وہ قدرتی طور پر حجاج کے حق میں مخدوم ٹھہرتی ہے پھر ساتھ ہی حجاج پر خصوصیت سے اس کے احسانات بھی ہیں جن میں سے عظیم ترین احسان امن عام ہیں۔ وہی مواقع جو حجاز میں حجاج کے مقتل اور قتل گاہیں بنے ہوئے تھے آج کے دو ... ہیں جہاں ایک حاجی کا مال مال غنیمت سمجھا جاتا تھا۔ آج وہ مامون و محفوظ ہے۔ اندھیری راتوں میں یک و تنہا ایک عورت روپیہ پیسہ کے ساتھ سفر کرتی ہے۔ اور کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا نہیں ہے۔ مکہ۔ اور مدینہ زادہما اللہ شرفاً کے مکانات میں حجاج اپنا سیکڑوں، ہزاروں روپیہ کا سامان۔ اور نقد چھوڑ کر حرمین میں نماز و طواف کے لئے چلے آتے ہیں۔ بعض دفعہ مکان کھلا چھوڑ کر۔ اور بعض دفعہ ملر کا چھوٹا سا تالا ڈال کر جسے

ایک بچہ بھی ہاتھ سے موڑکر توڑ سکتا ہے لیکن اُن کا مال ان غیر محفوظ مکانوں میں کلیتہً محفوظ رہتا ہے۔ اور کوئی حادثہ چوری یا ڈکیتی کا پیش نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ حجاج ہی کوئی کمزوری یا کوتاہی دکھلائیں۔ اس امن عام اور تہیانہ وسائل کے ہوتے ہوئے حکومت حجاز کی توہین یا اس سے کسی غیظ کا اظہار احسان فراموشی کے سوا اور کیا کہا جائے گا کہ اس کی جرأت کی جائے۔ اس لئے حجاج کی مشکلات پیش کرنے کا منشا معاذ اللہ اہل عرب کی توہین یا سوءِ ادب کے جذبہ سے ہے نہ حکومت کے خلاف پروپگنڈہ یا اس کے اثبات کے خلاف قدم اُٹھانا ہے۔ حکومت کی افتاد طبع اس کا انتظام ہے۔ اور اہل عرب کی افتاد طبع محبت اور غنا ہے جس سے طبعی طور پر ایذا رسانی کے جذبات ابھرنے کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ خارجی عوارض بعض اوقات مزاجوں میں دخیل ہو کر مشکلات کھڑی کر دیتے ہیں۔ پھر ان عارضی مصائب کو بھی حجاج کلیتہً اتہام والزام کی صورت سے یوں پیش نہیں کر سکتے کہ ان کی مشکلات میں خود ان کی کوتاہی کو بھی دخل ہے۔ وہ اپنی ناواقفی۔ اور غیر زبان ہونے کی وجہ سے نہ اپنی پوری مشکلات کو کارکنان حکومت یا معلمین پیش کر سکتے ہیں۔ اور نہ وہ مذاق ہی رکھتے ہیں جو ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب عموماً ان کی طرف سے حجاج کے خلاف مذاق امور سامنے آئیں۔ اور یہ زبان سے انھیں کہہ بھی نہ سکیں تو وہ ان امور کا تدارک کیسے کریں بلکہ بے زبانی کے ساتھ جب یہ حجاج ان کے سامنے جھنجھلاتے اور ناگواری کا اظہار کرتے ہیں تو وہ اور الٹا انھیں بے تمیز احمق سمجھ کر ہنستے ہیں جو ان کی ناگواریوں میں مزید اضافہ کا باعث ہو جاتا ہے مگر یہ نتیجہ ہوتا ہے خود انھیں کی ناواقفی۔ اور بے زبانی کا اس لئے اپنی تمام مشکلات کا ذمہ دار کلیتہً اہل عرب کو ٹھیرا دینا بھی بے انصافی ہے جبکہ اپنی فرو گذاشتوں کے اعداد و شمار بھی خاصی مقدار میں موجود ہیں اسی کے ساتھ ساتھ یہ مشاہدہ ہے کہ جس حکومت کا قنصل خانہ وہاں مضبوط۔ اور باوقار ہے اس ملک کے مسافر بھی وہاں باوقار اور با احترام ہیں ورنہ بآسانی نذر بے نیازی ہو جاتے ہیں۔ مصر کا قنصل خانہ نہایت باوقار ہے وہ اپنے ملکی لوگوں کی حفاظت۔ اور دیکھ بھال کا وظیفہ پوری تندہی سے ادا کرتا ہے بلکہ مصریوں کے تحفظ۔ اور راحت رسانی کے لئے حکومت مصر، حکومت عرب سے معاملہ کرتی ہے اس لئے وہاں کی رعایا سفر حج میں حجاز کی پبلک اور حکومت دونوں کی نگاہوں میں باوقار رہتی ہے۔ حکومت ایران نے بھی اسی نقش قدم پر اپنے ملکی حجاج کے لئے من حیث الحکومت، حکومت حجاز سے معاملہ کیا۔ اور اپنی ذمہ داری پر انھیں بھیجا حتیٰ کہ ۶۹ھ میں جبکہ میں وہاں حاضر تھا ایرانیوں کا بارہ ہزار کا قافلہ اس شان سے حجاز میں داخل ہوا کہ اس کی لاریاں اور بسیں ایران ہی سے ساتھ آئیں ان کے خیمے اور ضروریات سفر خود ان کے ساتھ تھیں ان کا کیمپ ہر جگہ مستقل طور پر لگتا تھا۔ اور ان کے قافلہ کے امیر۔ اور محافظ ان کے ساتھ تھے۔ حکومت ایران نے حکومت سعودیہ سے یہ پوزیشن منظور کرائی تو وہ اپنے پورے وسائل اور تحفظات کے ساتھ وقار و آبرو سے سرزمین حجاز میں داخل ہوئے۔ پاکستان بھی اسی رویہ پر گامزن ہو رہا ہے لیکن اس حیثیت میں سب سے زیادہ لاوارث قوم ہندوستانیوں کی ہوتی ہے۔ نہ وہ خود منظم ہوتے ہیں نہ انھیں خود ان کی کوئی طاقت کسی نظام میں رکھنے والی آگے آگے ہوتی ہے اوپر سے غیر زبان۔ اور ساتھ ہی حجازی مذاق سے بے تعلق نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سب قوموں سے زیادہ حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ اور جب وہ اس حقارت سے جھنجھلاتے ہیں تو ساری ذمہ داری عرب۔ اور عربیوں پر ڈال کر ان کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ خرابی خود اُن کے ملک۔ اور ان کی حکومت کی طرف سے ان کے ساتھ کی جاتی ہے جو بغیر

حقیر دکھلاتی ہے۔ حکومت مصر کا قنصل خانہ ہی نہیں مستقل لنگر خانہ شفا خانہ وغیرہ مصریوں کی پشت پناہی کے لئے موجود جس میں سینکڑوں ملازم کام کرتے ہیں۔ حکومت پاکستان کا وسیع قنصل خانہ الگ ہے جس میں سو سے اوپر ملازمین کا عملہ کام کرتا ہے۔ ان کا شفاخانہ نہایت وسیع ہے جس میں پاکستانی اور ہندوستانی کی کوئی تخصیص نہیں لیکن ہندوستان کا قنصل خانہ انتہائی مختصر گویا ایک عملہ کا دفتر ہے جس میں کل پانچ چھ یا کچھ کم و بیش ملازم کام کرتے ہیں نہ اس کا کوئی پروپگنڈہ ہے نہ اس کے پاس اسباب رسوخ موجود ہیں نہ اپنے ملکی حجاج کی نگرانی اور تحفظات کے وسائل ہی اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اگر حکومت ہند کی رعایا وہاں بے وقار اور بے عزت سمجھی جائے تو اس میں عربوں کی شکایت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا ہے۔ لیکن ان کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس میں حکومت یا عوام عرب کی کسی فرو گذاشت کا کوئی دخل نہیں۔ وہ اپنی جگہ درست ہے اور اسے بھی سامنے اگر لایا جا رہا ہے لیکن برادرانہ شکایت کی حیثیت سے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کا اثر اگر ہو سکتا ہے تو اخلاقی لیکن اگر انہی شکایات کا سد باب، ہندی قنصل خانہ کو وسیع۔ اور مضبوط بنا کر کیا جائے تو ساری شکایات کا مسئلہ خود بخود حل ہو سکتا ہے کسی حاجی کو رونے چلانے کی ضرورت نہیں۔

**سکہ کی کم قدری**

ہندوستانیوں کی ایک سب سے بڑی مشکل جس کی زیادہ ذمہ داری خود انہی کے ملک پر ہے سکہ کی بے وقعتی ہے۔ حجاز پہونچکر ان کی رقم آدھی رہ جاتی ہے۔ ہندوستان کا سو روپیہ کا نوٹ وہاں سے ۶۲-۶۳ روپیہ سے آگے نہیں بڑھتا۔ قنصل خانہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ حج کے مجموعی مصارف سولہ سو روپے ہوں گے حساب مذکور سے یہ سولہ سو حجاز پہونچکر ہزار ہی رہ گئے۔ گو وہاں کا ریال یہاں کے روپیہ سے مالیت کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہے لیکن قدرتی تفاوت کے علاوہ یہ نصف النصفی کا تفاوت۔ اور فرق ہندی سکہ کی کم مائگی سے پیدا ہوا جس کی وجوہ سے سردست مجھے بحث کرنا نہیں۔ پھر یہ آدھی رقم وہاں کی گراں فروشی سے جو حجاج کے لئے مخصوص ہے اس آدھے سے تہائی بن جاتی ہے پھر مقررہ مصارف ادا کر دینے کے بعد منمانی بخششیں جن کا نہ کوئی معیار ہے اور نہ وہ اعداد و شمار میں شامل ہو سکتی ہیں۔ اور جو چار و ناچار حجاج کو دینی پڑتی ہیں اس تہائی کا چوتھائی کر دیتی ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جدہ واپس پہونچتے پہونچتے اس سولہ سو روپیہ کی رقم پر اعتماد رکھنے والا حاجی تو بھیک مانگنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور متوسط طبقے کا حاجی اپنے تعارف کی حد تک قرضے لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور بہت سے غیور حاجی اپنے برتن بیچ کر گذارہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جس کی متعدد مثالیں سامنے آئیں۔

اس تکلیف کو یا حکومت سعودی۔ اور اس کے صراف رفع کر سکتے ہیں یا ہندوستان کی تجارت۔ اور اس کا بنک اور یا پھر یہ کہ قنصل خانہ سے حج کے مجموعی مصارف کے اعداد و شمار بجائے ہندی روپیہ کے حساب کے سعودی روپیہ (ریال) کے حساب سے شائع ہوا کریں۔ اگر یہ سولہ سو روپیہ سعودی روپیہ بتلایا جاتا تو ہندوستان کے عازمین حج یہاں سے ڈھائی ہزار روپیہ فی کس لے کر چلتے۔ اور انہیں کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑتا۔

اس سلسلہ میں حکومت سعودیہ نے ہندوستان کو ایک سہولت بھی دی جس کے لئے حجاج ہند اس کے ممنون ہیں، اور وہ یہ کہ اگر حجاج سعودی ٹیکس، اور سفر جدہ تا مکہ آمد و رفت پھر سفر عرفات آمد و رفت پھر سفر مدینہ آمد و رفت کا کرایہ جس کی مقدار فی حاجی ۱۰۸۰ روپیہ ہوتی تھی بمبئی ہی میں ادا کر دیں گے تو وہاں یہ ہندی روپیہ ریال ہی کے برابر سمجھا جائے گا۔ اور انہیں روپیہ اور ریال کے تفاوت سے

کوئی بیشی دینی نہیں پڑے گی۔ اس سہولت دہی سے حجاج کو یہ نفع ضرور پہنچا کہ حجاز پہونچ کر ان کی کل رقم آدھی نہیں رہی۔ بلکہ اتنا ہی حصہ آدھا ہوگیا جوان رقوم کی منہائی کے بعد بچا اور حجاز پہونچ کر صرف ہوا لیکن اس میں ایک شدید خسارہ بھی ہوا۔ جو بہت سے حجاج کو برداشت کرنا پڑا۔ اور وہ یہ کہ اس رقم کی عربی رسیدیں جو پاسپورٹ میں نتھی رہتی ہیں۔ جدہ میں وکلار معلمین نے عموماً تلف کرڈالیں۔ صرف ان کے نمبر اپنے رجسٹروں میں اپنے بچاؤ کے لئے درج کر لئے۔ حاجی کے پاس کوئی ثبوت نہیں رہا کہ اس نے بمبئی میں کرایہ کی یہ رقم ادا کردی ہے۔ سوائے اس کے کہ وکلار معلمین کے دفتر سے وہ رسید کے نمبر حاصل کرے سولے پڑھے لکھے غریب حجاج کو اتنا شعور اور وقت کہاں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ان پڑھوں سے یہ کرایہ دوبارہ وصول کر لیا گیا۔ اور ۱۸۰ کے بجائے ۳۶۰ روپے ادا کرنے پڑ گئے۔

## پاسپورٹ اور سارٹیفکٹ

اسی طرح پاسپورٹ میں ٹیکہ اور انجکشن کے سارٹیفکٹ بھی منسلک ہوتے ہیں جو تین سال تک ایک حاجی کو کام دے سکتے ہیں۔ لیکن وکلار معلمین عامۃً ان تمام سارٹیفکٹوں کو پاسپورٹ سے نکال کر تلف کردیتے ہیں جس میں ان کا کچھ نفع نہیں۔ اور حاجی کے لئے یہ خسارہ ہے کہ وہ اس میعاد سے آئندہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسے سوائے لاابالی پن اور بے پروائی کے اور کیا کہا جائے۔

## لاری کا سفر

بہت سے لوگوں نے سفر عرفات و مدینہ کے لئے بمبئی میں آٹو بس۔ اور موٹر کار کا کرایہ داخل کیا۔ مگر وقت پر انھیں لاری میں سفر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور وقت کے وقت پر گھبرا دیا گیا کہ یا تو جلد اس میں سوار ہو جاوے ورنہ حج فوت ہو جائے گا۔ چار و ناچار انھیں کار اور بس سے صبر کر کے اس تکلیف دہ لاری میں بیٹھ جانا پڑا۔ حالانکہ موٹر کا کرایہ لاری سے دوگنا۔ اور آٹو بس کا کرایہ لاری سے دو تہائی زائد دیا گیا۔ گویا حجاج نے کافی زائد رقم دے کر تکلیف خریدی جو انھیں کم داموں میں نہیں مل سکتی تھی بعض لاعلم یا متجاہل معلمین نے بہت سے حجاج سے حج کی ایسی فروگذاشتوں کے نام پر جن کا تدارک معمولی صدقہ یا کفارہ سے ہو سکتا تھا دم اور قربانی واجب دکھلا کر ذبیحہ کی قیمتیں وصول کرلیں۔ اور حجاج کو یہ مالی خسارہ بے وجہ برداشت کرنا پڑا۔ جب مجھ سے متعدد حاجیوں نے مسئلہ پوچھا تو وہ پچھتائے کہ جو تدارک روپیہ دو روپیہ میں ہو سکتا تھا اس کے لئے ہم سے ۲۰ یا ۲۵ ریال تقریباً ۳۵۔۴۰ روپیہ ہندی وصول کر لئے گئے۔

## مالی خسارہ

امسال حجاز میں لو اور گرمی کی غیر معمولی شدت رہی۔ اور گرمی سے اموات بکثرت ہوئیں۔ مدینہ منورہ کی بسوں۔ اور لاریوں تک میں سے لو زدہ لاشیں اترنے لگیں تو بہت سے صاحب استطاعت لوگوں نے بمجبوری ہوائی جہاز سے مدینہ کا قصد کیا۔ اور سعی کی کہ موٹر بس کا جو کرایہ (۱۲۰) وہ بمبئی میں داخل کر چکے ہیں اس پر جو اضافہ ہوائی جہاز کے سفر میں ہو وہ ان سے لے لیا جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو ہوائی جہاز کا مستقل کرایہ تقریباً تین سو روپیہ ادا کرنا پڑا۔ اور اس ۱۲۰ کی رقم کے لئے بعض سے یہ کہا گیا کہ وہ سوخت سمجھی جائے۔ اور بعض سے یہ کہ وہ چار پانچ ماہ کے بعد مل سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ رقم تمہارے مکانوں پر روانہ کردی جائے۔ مکانوں پر رقم پہونچتی یا نہ پہونچتی مگر اس وقت اپنی مجبوری سے ایک حاجی پر سفر مدینہ کے سلسلے میں بجائے ۱۲۰ کے ۴۲۰ روپے کا بار پڑ گیا۔ اور اصل رقم میں کمی ہو جانے سے اسے غیر معمولی تکلیف اٹھانی پڑی۔ بعض لوگوں نے موسم کی شدت سے کمزور ہو جانے کی وجہ سے ارادہ کیا کہ وہ بجائے بحری جہاز کے (جس کا کرایہ ادا شدہ تھا)، ہوائی جہاز سے وطن واپس ہوں۔ اور وہ اس کے لئے تیار تھے کہ بحری جہاز کے نصف کرایہ سے جس کی مقدار تقریباً ہونے دو سو روپیہ کے قریب ہوتی تھی صبر

کرلیں۔ اور ہوائی جہاز کا یک طرفہ کرایہ تقریباً ۸۰۰ روپیہ زائد ادا کردیں۔ لیکن اس میں حکومت سعودی کی اجازت ضروری تھی۔ حکومت نے اجازت اس پر معلق کردی کہ مبلغ دو سو ریال یعنی ہندی تقریباً ساڑھے تین سو روپیہ حکومت سعودی کو دیا جائے اس پر بھی جو لوگ اپنی تکلیفوں کی وجہ سے معذور اور مجبور تھے۔ انھوں نے ہوائی سفر اختیار کیا تو انھیں پونے دو سو روپیہ کا خسارہ تو بحری کمپنی کی طرف سے۔ اور ساڑھے تین سو روپیہ کا خسارہ سعودی عرب کی طرف سے اور آٹھ سو روپیہ ہوائی کرایہ کا اضافہ اپنی طرف سے دینا پڑا۔ اور اس طرح سے ان کا یہ سفر تقریباً چودہ سو روپیہ میں پڑ گیا۔ جس کی انھوں نے انتہائی کوفت۔ اور اذیت محسوس کی۔ حالانکہ اگر حکومت سعودیہ کی ہوائی سروس اتنی وسیع نہ تھی کہ وہ لوگوں کو ان کے ملکوں تک خود پہنچا سکے۔ تو اسے دو سو ریال حاجی سے تاوان لینے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر حاجی اپنی مجبور کن تکالیف سے تنگ ہو کر بحری جہاز کے نصف کرایہ کا خسارہ برداشت کر رہا تھا تو اس پر مزید ساڑھے تین سو روپیہ کے خسارہ ڈالنے کی کیا وجہ جواز تھی۔

اگر یہ رقوم حجاج سے وصول نہ کی جاتیں، تو ان کے مالیہ میں خسارہ۔ اور ان کی خوشدلی میں فرق نہ آتا جس کے آنے سے ان کے افعال حج بھی متاثر ہوئے۔ اور ان کی عقیدتوں پر بھی اثر پڑا۔ پھر بھی اگر پہلے سے ان قواعد اور معمولات کا اعلان کر دیا جاتا تو وہ اسی تناسب سے مصارف کا اندازہ کر کے چلتے۔ اور یہ درمیانی پریشانیاں انھیں لاحق نہ ہوتیں

## لُو سے اموات

موسم گرما کی شدت سے امسال اموات بکثرت ہوئیں جس کا باعث لُو کی شدت۔ اور گرمی کی زیادتی تھی۔ کوئی وبائی اثر نہ تھا۔ یہ موتیں مقدر تھیں۔ مگر بعالم اسباب ان کا بڑا سبب طبی امداد کا وقت پر نہ پہنچنا ہوا۔ جس میں زیادہ دخل مامور شدہ ڈاکٹروں کی سہل انگاری کو تھا۔ منی میں متعدد مریضوں کا حال ہسپتال میں پہنچا کر ڈاکٹر سے مریض کے خیمہ میں آنے کی درخواست کی گئی تو جواب ملا کہ ڈاکٹر کے سونے کا وقت ہے۔ بعض مریض اس شدید حالت کرب کے باوجود ہسپتال لے جائے گئے تو ڈاکٹر نے کوئی قیمتی دوا یا انجکشن وغیرہ تجویز کر کے کہا کہ یہ دوا مکہ میں ملے گی۔ یہاں موجود نہیں۔ لہٰذا مکہ کے صدر شفاخانہ میں جاؤ۔ بعض متمول مریضوں پر ڈاکٹروں نے توجہ بھی کی تو ان کا پہلا مطالبہ یہ ہوا کہ ۲۵ ریال یعنی تقریباً ۴۰ روپیہ ہندی فیس داخل کرو۔ حالانکہ یہ لوگ سرکاری طور پر مریضوں کی خدمت کے لئے مامور تھے۔ میرے ایک مالاباری رفیق سفر نے ۲۵ ریال کی فیس کا واقعہ خود سنایا جو انھوں نے بمجبوری ادا کی۔ اور وہ اس پر اشکبار تھے کہ ان کا جوان بھتیجا بالآخر ڈاکٹر کی بے مہری کا شکار ہو کر چل بسا۔

اس قسم کی متعدد اموات کا سبب ماتحت عمال حکومت کی سستی بے پرواہی یا حرص و آز ہوئی۔ اسی طرح اموات کی تجہیز تکفین نماز جنازہ۔ اور دفن وغیرہ بھی اللہ ہی کے حوالے رہا۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ جنازہ۔ اور میت کے کفیل ملازمین حکومت باوجود ۲۰ ریال فی میت فیس لے لینے کے یہ وظائف کہاں تک ادا کرتے تھے۔ ورثہ میت یا رفقاء سفر کو میت کے ساتھ جانے یا جنازہ و دفن میں شرکت کی اجازت نہ تھی کہ ان فرائض کی تعمیل عدم تعمیل کا کسی کو پتہ چل سکتا۔ یا اس بارے میں کوئی تعاون کر سکتا۔

## وکلاء معلمین کی ایذا رسانی

جدہ میں پڑے ہوئے بہت سے حجاج کو جبکہ واپسی کے وقت انھیں کسی قریب میں جانے والے جہاز میں اپنا نام درج کرانے کی شدید ضرورت تھی۔ اور اس کے لئے وکیل سے پاسپورٹ حاصل کرنا ضروری تھا۔ متعدد وکلاء معلمین نے پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا۔ اور جبکہ حاجی نے اپنی مجبوری۔ اور قیام جدہ کی تکالیف ظاہر کر کے الحاح کیا تو انہیں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے چار چار یا تین تین

حسب موقع ریال طلب کئے جس کے مطالبہ کا انھیں قانوناً کوئی حق نہ تھا۔ جنھوں نے اپنی غیر معمولی ناداری۔ اور خرچ لُٹ جانے کا عذر کیا۔ تو انھیں ڈانٹ کر دھتکار دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ یہ مالی مشکلات یا برتاؤ کی ناشائستگی آن قدرتی اور طبعی مشکلات سفر میں داخل نہیں جن پر لوازم سفر کا پردہ ڈال دیا جائے، بلکہ عملی کوتاہی۔ اور انتظامی خرابی کا نتیجہ ہیں۔ پھر بھی حجاج کو یہ شکایات محض اپنی کلفت و اذیت کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ جب ان امور کا اثر ان کی دلجمعی۔ اور فرائض حج کی ادائیگی نیز اس مقدس سفر کے روحانی مشاغل پر پڑا تو لوگوں کی زبان پر بے ساختہ یہ چیزیں آئیں اور بلاشبہ اس حد تک شکایت کنندگان معذور ہیں۔ جنھیں کبھی بھی گستاخ یا بے ادب نہیں کہا جا سکتا۔ اس شکایت کا منشا بے ادبی نہیں بلکہ اصلاح حال کے لئے ایک محبانہ تنبیہ و تذکیر ہے۔ بلکہ اس شکایت کا منشا خود عقیدتمندی ہے۔ کیونکہ یہ حجاج جن لوگوں سے عقیدتمندی کا عقد باندھ کر جاتے ہیں ان کی طرف سے اس قسم کی عملی یا اخلاقی لغزیاں اور وفود اللہ کے ساتھ یہ بے رحمانہ سلوک انھیں تاسف اور قلق میں ڈال دیتا ہے کہ ان کے معتقد فیہ۔ اور مقتدا افراد ایسے فروتر کیوں ہوں۔ انھیں تو ان تمام حاضری دہندگان سے بالاتر اور علو اخلاق و تحمل میں اعلیٰ تر ہونا چاہئے تھا۔ پس اپنے میزبانوں کو اپنے سے اونچا دیکھنے کی خواہش نہ بے ادبی ہے نہ گستاخی بلکہ عین عقیدت مندی ہے۔ اسلئے ان کلمات شکایات سے نہ معلمین۔ اور وکلاء کی توہین پیش نظر ہے نہ حکومت عربیہ کے خلاف کوئی پروپگنڈہ ہے جس کا مقصد اس کی تبدیلی یا انقلاب کے جذبات ہوں۔ بلکہ ان تمام قلم فرسائیوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ مقامات مقدسہ کی ظاہری و باطنی برکات سے جو الحمد للہ آج تک جوں کی توں محفوظ۔ اور سرسبز ہیں، تمام حجاج یک سوئی کے ساتھ منتفع ہو سکیں۔ اور ان کی سفری مشکلات قدرتی۔ اور طبعی حدود سے آگے نہ بڑھیں جو ان کی یک سوئی۔ اور عقیدت میں خلل انداز ہوں۔

مجھے اس سے انکار نہیں کہ معلمین میں ایسے حضرات بھی ہیں جو اپنی امکانی حد تک حجاج کی راحت رسانی میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات حجاج کی خاطر خود اپنی گرہ سے خرچ بھی کر دیتے ہیں۔ مگر ایسا عدد قلیل ہے۔ اور دوسری نوع کے مقابلہ میں قابل شمار نہیں۔ تاہم وہ تمام حجاج کے شکریہ کے مستحق ہیں ہاں ان تمام مشکلات کے ہجوم میں ہندوستانی حجاج کے لئے دو چیزیں وجہ تسلی اور باعث راحت خاطر بھی ثابت ہوئیں جن سے بہت حد تک ان صعوبتوں میں تخفیف محسوس کی گئی۔ ایک انجمن خدام النبی بمبئی۔ اور ایک ہندوستان کے جنرل قونصل مقیم جدہ عالیجناب مصطفیٰ کامل صاحب قدوائی کی ذات گرامی۔

**دو ادارے**

انجمن خدام النبی بمبئی کے مخلص کارکنوں نے بمبئی ہی سے حجاج کی راحت رسانی کی صورتیں پیدا کیں۔ اور اس کی خدمات کا دائرہ بمبئی کے ساحل ہی تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ سمندروں سے گزرتا ہوا حجاز تک جا پہونچا۔ اس انجمن کے قیام سے پہلے بمبئی میں ایک حاجی گیند کی مانند ہوتا تھا جس کو سرکاری دفاتر ایک سے دوسرے دفتر تک لڑکاتے رہتے تھے۔ اور وہ مختلف دفاتر میں مارا مارا پھرتا تھا۔ راشننگ کا دفتر ایک جگہ تھا۔ ٹیکہ اور انجکشن اور اس کی جانچ کا ہسپتالی دفتر دوسری جگہ تھا۔ پاسپورٹ کا سرکاری دفتر ایک جگہ تھا۔ اور جہاز کے ٹکٹ کا کمپنی کا دفتر کہیں اور تھا۔ ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک کی لمبی لمبی مسافتیں حاجی کو بہت سے مصارف ادا کر کے طے کرنی پڑتی تھیں۔ بعض دفعہ ایک ہی دفتر کے کئی کئی چکر لگانے میں مالی اضافہ۔ اور وقت کی قربانی کے ساتھ قلبی کوفت بھی سر لینی پڑتی تھی۔ لیکن انجمن خدام النبی کی سعی جمیل سے یہ تمام دفاتر جو حجاج کے معاملات سے متعلق ہیں۔ ان ایام حج

میں نہ صرف ایک جگہ ہی کر دیئے جاتے ہیں بلکہ صابو صدیق کے مسافر خانہ میں سب کو لا کر جمع کر دیا جاتا ہے جو بمبئی میں حجاج کی سب سے بڑی قیام گاہ ہے ۔اس صورت میں کہ تمام دفاتر خود حاجی ہی کے گھر پر چلے آتے ہیں اس کی بھاگ دوڑی ۔ اور کوفت سب ختم ہوگئی ۔ اور اس کے تمام مراحل اس کے گھر میں بیک وقت انجام پا جاتے ہیں ۔

پھر ان ایام میں انجمن کے کارکن ۔ اور اراکین ہمہ وقت موجود رہ کر حجاج کی رہنمائی ۔ اور عملی کاموں میں خود بذاتہ حصہ لیتے ہیں جس سے حجاج کو مسافرت کی کوئی غربت اور بے بسی محسوس نہیں ہوتی ۔ اگر انجکشن وغیرہ کے سلسلہ میں حاجی کی ناواقفی سے کوئی قانونی سقم رہ جاتا ہے جس سے اُسے ٹکٹ ملنے میں رکاوٹ ہو ۔ تو انجمن کے اراکین امکانی حد تک قانونی اصلاح کی جدوجہد کرتے ہوئے ایسے حجاج کو خود اپنے ساتھ حکام کے پاس لے جا کر ان اسقام کی اصلاح کراتے ہیں ۔ اور ان کے اس ہمدردانہ ۔ اور بروقت تعاون سے ان حجاج کے لئے سفر حج ممکن ہو جاتا ہے جس سے وہ مایوس ہو چکتے ہیں ۔ اس انجمن کے ذریعہ سب سے بڑی راحت حجاج کو یہ پہونچی کہ پہلے غذائی راشن کی بوریاں ہر حاجی کو اپنے ساتھ باندھنی پڑتی تھیں ۔ بمبئی سے جہاز پر چڑھانے اور جدہ پہونچ کر اتارنے کا سارا بار حاجی ہی کے سر تھا اس اتار چڑھاؤ میں جدہ اترتے وقت جنس بھی ضائع ہوتی تھی ۔ اور بہت سوں کی بوریاں رل کر گم بھی ہو جاتی تھیں ۔ جن سے حاجی پر غذائی بار دوگنا پڑ جاتا تھا ایک ضائع شدہ بوری کی قیمت جو بمبئی میں اس سے وصول کرلی جاتی تھی ۔ اور ایک دوبارہ راشن خریدنے ۔ اور گراں خریدنے کی قیمت جو اسے حجاز میں دینی پڑتی تھی ۔ انجمن خدام النبی نے اس مصیبت کو یکسر ختم کر کے حاجی کی یہ بھاری مشکل آسان کردی ہے ۔ انھوں نے اول تو راشن کا ڈپو بمبئی میں حجاج کے مسافر خانہ میں کھلوا دیا ہے ۔ ہر حاجی وہیں سے وہیں راشن کی بوریاں خرید کر ۔ اور قیمت ادا کر کے صرف رسید حاصل کر لیتا ہے ۔ بوری اسے نہیں دی جاتی بلکہ یہ تمام بوریاں انجمن اپنے انتظام سے جہاز پر چڑھا کر اپنے ہی انتظام سے حجاز میں اُتارتی ہے جو سیدھی مکہ معظمہ پہونچ جاتی ہے وہاں انجمن نے اپنے چند کارکن پہلے ہی سے حجاز بھیجے ہوئے ہیں ۔ جن کے لئے گدام اور دفتر بھی حکومت حجاز سے لے لیتا ہے ۔ وہ اپنی ذمہ داری پر یہ راشن کی تمام بوریاں مقررہ گدام میں اُتروا کر جمع رکھتے ہیں ۔ حاجی کا کام صرف اشارہ جاتا ہے کہ وہ بمبئی والی رسید دکھلا کر جس پر انجمن خدام النبی مکہ کے دفتر کا پتہ چھپا ہوا ہوتا ہے اپنا راشن حاصل کرے ۔ اس صورت میں نہ راشن کے کم ہونے کا سوال باقی رہا نہ گم ہونے کا ۔ پھر اس پر مزید سہولت یہ ہے کہ اگر کسی حاجی کو مکہ مکرمہ پہونچ کر راشن کی ضرورت نہ پیش آئے تو وہ رسید دکھا کر اپنی ادا کردہ قیمت بھی واپس لے سکتا ہے ۔ اس صورت میں راشن کے لینے لے جانے جہازوں پر چڑھانے اتارنے ۔ اور مکہ مکرمہ تک لئے لئے پھرنے کی تمام کلفتیں ختم ہوگئیں ۔ اور یہ سارا بار انجمن نے اپنے سر لے لیا جس کے لئے نہ وہ کوئی فیس طلب کرتی ہے نہ اجرت ۔ بلکہ انجمن کے مخلص کارکن محض لوجہ اللہ ساری محنتیں برداشت کرتے ہیں ۔ حتی کہ ان امور خیر میں علاوہ انجمن کے مصارف کے جو وہ باہمی چندہ سے پورا کرتے ہیں یہ اراکین انفرادی طور پر اپنی ذات سے بھی خرچ کرتے رہتے ہیں ۔ بنا بریں انجمن کے مخلص اراکین مثل عالیجناب سیٹھ احمد غریب (محمد احمد برادرس کٹلری بازار بمبئی) جناب سیٹھ محمد حسین صاحب توفیق جناب سیٹھ محمد میاں ریشم والے ۔ جناب مولانا احمد عبداللہ صاحب (جو مکہ میں راشن تقسیم کرنے کے لئے وہاں بھیجے گئے) اور دوسرے متعدد مخلص کارکن جن کے اسمائے گرامی مجھے محفوظ نہیں ، مگر شخصیتیں متعارف ہیں ۔ سب حجاج کی

طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ حق تعالیٰ ان حضرات کی مساعی کو قبول فرمائے۔ اور انھیں ان خدمات کا بہتر صلہ دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ یہ واقعہ ہے کہ ارض حجاز کے تمام متبرک مقامات میں ان تمام کارکنوں کے لئے حجاج نے بے ساختہ دعائیں کی ہیں۔

## ہندوستانی حجاج کی تسلی کا دوسرا ذریعہ عالی جناب مصطفیٰ کامل قدوائی

محترم مصطفیٰ کامل قدوائی صاحب جنرل قونصل ہندوستان مقیم جدہ کی ذات گرامی ہے۔ ممدوح نہ صرف کریمانہ اخلاق ہی کے مجسمہ ہیں، بلکہ ہندوستانیوں کے ایک عملی رفیق۔ اور ان کی مشکلات میں عملی مونس وغمگسار ثابت ہوئے ہیں۔ مجھے پہلی ہی بار یہ دیکھنے کا موقعہ ملا کہ جو ہندوستانی بلکہ غیر ہندی حاجی بھی جدہ میں مکان وقیام گاہ نہ ملنے یا رہائش کی کوئی غیر معمولی تکلیف کی فریاد لے کر آیا۔ کہ وہ سڑک پر پڑا ہوا ہے یا بے ٹھکانے ہے یا تنگی مکان سے بیمار ہو چکا ہے تو قدوائی صاحب کا پہلا کلام یہ ہوتا تھا کہ آپ میرے مکان میں چلے آئیں۔ چنانچہ قنصل خانہ کی تمام نچلی منزلیں حجاج منزل بنی ہوئی تھیں۔ جن میں سینکڑوں بے ٹھکانے حجاج فروکش تھے۔ اس کے ساتھ امکانی حد تک ممدوح مالی امداد بھی کرتے تھے۔ جو یقیناً ان کی ذاتی ہمدردی تھی۔ اس کے ساتھ موصوف ہفتہ میں کئی بار۔ اور جمعہ کے دن لازماً مکہ مکرمہ تشریف لاتے تھے جس کا مقصد ہندی حجاج کے احوال کی تفتیش ہوتا تھا حجاج حرم شریف میں آپ کو گھیر لیتے۔ اور اپنی ضروریات پیش کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کی شکایت کو بذات خود سن کر تسلی دیتے۔ اور امکانی حد تک قانون کے دائرہ میں ان کی شکایتیں رفع کرنے۔ اور انھیں راحت پہنچانے کی جد وجہد کرتے تھے وکلاء معلمین کی شکایت پر فوری توجہ۔ اور تدارک سے کام لیتے تھے۔ بعض حجاج نے شکایت کی کہ وکیل چار چار ریال (ہندی چھ روپیہ) فی حاجی لئے بغیر پاسپورٹ نہیں دیتے۔ اور بعض مستطیع حجاج نے یہ دیکھ کر کہ ہندوستان جانے والا جہاز آچکا ہے۔ پاسپورٹ جلد نہ لے لیا گیا تو ہم اس جہاز سے رہ جائیں گے بمجبوری وکیل کو چار چار ریال دے بھی دئے ہیں۔ مگر ہمارے پاس گنجائش نہیں ہے ہم کیا کریں۔

ممدوح نے وکلاء کو بلا کر تنبیہہ کی کہ یہ رقم تم نے ان لوگوں سے محض بے ضابطہ حاصل کی ہے۔ اور رقم واپس کرائی۔ اور ان حجاج سے کہا کہ مجبور ہو کر ہرگز کوئی رقم مت دو جو ضابطہ کے خلاف ہو۔ پھر بعض وکلاء کی رپورٹ حکومت سعودیہ کو بھیجکر وہاں سے بھی انھیں تنبیہہ کرائی۔

قدوائی صاحب کی عملی جد وجہد میں جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ خوش آئند تھی وہ یہ کہ انھوں نے ہندوستانی قومیت کی آبرو اور حرمت وعزت قائم رکھنے کی پوری پوری سعی فرمائی ہے۔ بعض حجاج کے ساتھ معلمین یا وکلاء معلمین نے توہین آمیز رویہ اختیار کیا کہ انھیں ڈانٹ یا دھتکار دیا۔ اور وہ شاکی ہو کر قنصل صاحب کے پاس آئے تو انھوں نے حجاج کو تو نہایت ملاطفت سے تسلی دیتے ہوئے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور معلم یا وکیل کو طلب کر کے ان کے سامنے ہی سرزنش کی۔ اور کہا کہ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ تم میرے ملکی حجاج کو ذلیل یا رسوا کر کے ہندوستانی قومیت کی بے آبروئی کرو۔ درحالیکہ تمام قنصلوں کے سامنے میرا سر اونچا ہے کہ میرے ملکی حاجی بہ نسبت دوسرے ملکوں کے دینی حیثیت سے زیادہ شائستہ یا وہ دیندار اور زیادہ مہذب ہیں۔ آپ لوگ ان سے معافی مانگیں یا پھر میں حکومت سعودیہ کو آپ کی رپورٹ کروں گا جس سے آپ کی معلمی اور وکالت خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس طرز عمل سے وکلاء کو معافی مانگنی پڑتی۔ اور شاکی حجاج کو راضی کرنا پڑتا تھا جس سے ہندوستانی حجاج کے ذہنوں میں مدت دراز کے بعد یہ تصور پیدا ہوا کہ ان کا بھی کوئی والی وارث ہے۔ اور یہ قوم دوسرے ملکوں کے برخلاف کوئی لاوارث قوم نہیں ہے۔

بہر حال ہندی حجاج کے لئے اس سفر غربت میں ایک قومی سہارا تھا۔ اور وہ انجمن خدام النبی کی جمعیت تھی۔ اور ایک آئینی سہارا تھا۔ اور وہ محترم قونصل ہندوستان کی ذات گرامی تھی جس طرح انجمن خدام النبی کے ارکان اپنے انجمنی فنڈ کے علاوہ ذاتی طور پر بھی حجاج کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں اسی طرح قنصل صاحب بھی اپنا ملکی اور سرکاری حیثیت کا وقار قائم رکھنے میں خود اپنی ذات سے کافی جانی و مالی قربانی کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔ کاش قنصل صاحب کی ذاتی مستعدی اور مضبوطی کی طرح ہندی قنصل خانہ بھی اگر مضبوط اور حکومت ہند کے شایان شان ہو جائے تو ہندی حجاج کی مشکلات خود بخود آدھی رہ جائیں۔ اور ہندوستانیوں کی گری ہوئی وقعت و جو سرکاری پشت پناہی نہ ہونے سے گری ہوئی ہے ابھر آئے۔ اور وہ بھی حجاز کے اس بین الاقوامی اجتماع میں ایک باحیثیت قوم کی طرح اقوام کے سامنے نمایاں ہوں۔

## مشکلات کا حل

رہیں وہ مشکلات جو سعودی حکومت کے عمال کی بے نیازی سے پیدا ہوتی ہیں اُس کا آسان حل یہ ہے کہ حج کے موقعہ پر اگر حکومت سعودیہ سے ایک با اختیار کمیٹی بنا دینے کی درخواست کی جائے جس میں مقامی حکام۔ اور ذمہ داروں کے ساتھ بطور معاون ہر ملک کے دو دو نمائندے شامل کر لئے جایا کریں جو نظام حج کی تشکیل بھی کریں۔ اور آخر تک اس نظم کو چلانے کے ذمہ دار بھی ہوں تو اس سے پیش آمدہ شکایات کا بآسانی سد باب ہو سکتا ہے۔ اس بین الاقوامی کمیٹی کو رضا کار دیئے جائیں جو مختلف ممالک کے حجاج میں سے اعلان کے ذریعہ چن لئے جائیں۔ اور اس کمیٹی کے دست و بازو کی حیثیت سے کام کریں۔ یہ کمیٹی نہ صرف حجاج کی شکایات سن کر ہی انتظامی قدم اُٹھائے بلکہ اپنے رضا کاروں کے ذریعہ حجاج کی مشکلات کا خود بھی تفقد کرے۔ اس صورت میں ہر ملک کے لوگوں کو جس قدر کی شکایات ہوں گی وہ ان کے ملکی رضا کاروں کے ذریعہ بآسانی کمیٹی تک پہنچ بھی سکیں گی۔ اور بآسانی ان کا انسداد بھی ہو سکے گا۔

(۱) خصوصیت سے ہندوستانی قنصل خانہ کو مضبوط کیا جائے۔ اور اس کا عملہ ضرورت کی حد تک بڑھایا جائے جو موسم حج میں حجاج کی انتظامی مشکلات کو تقسیم کار کے اصول پر رفع کر سکے۔

(۲) مصارف حج کے اعداد و شمار ریال (عربی روپیہ) سے شائع کئے جائیں۔ اور ریال کا جو بھاؤ موسم حج میں ہو اس کو اعلان میں لکھ دیا جائے۔

(۳) سعودی ٹیکس۔ اور دوسرے مصارف کی تعداد عموماً ہر ملک کے مسلمانوں اور خصوصیت سے غریب ممالک کے مسلمانوں کی غربت۔ اور ناداری کو پیش نظر رکھ کر تجویز کرائی جائے۔

(۴) معلمین کے لئے مسائل حج کی صحیح معلومات کی تعلیم و تمرین کا بندوبست کرایا جائے

ہر ملک کا قنصل خانہ حکومت سعودیہ پر زور دے کر کرائے۔ مسائل مختلف فیہا کا انھیں علم رہے۔ اور وہ مسائل فقہ کے مطابق صحیح مناسک حج ادا کرائیں۔ اگر معلمین کے لئے ایسا کوئی نصاب مقرر ہے تو عملاً اس کی پابندی کرائی جائے تاکہ لوگوں کا حج خراب نہ ہو۔

(۵) خصوصیت سے معلمین کو حجاج کے ساتھ اخلاقی ہمدردی پر سرکاری حیثیت سے مامور کرایا جائے۔

(۶) پاسپورٹ کلیۃً معلمین یا وکلاء کے ہاتھ میں اس طرح نہ دیا جائے کہ وہ اس کے کاغذات میں جو چاہیں تصرف کر ڈالیں بلکہ اس کا تعلق ہر ملکی قنصل خانہ کے واسطہ سے حکومت سعودیہ سے ہو۔ اور اس کے شمولہ کاغذات کا تحفظ کیا جائے۔

آخر میں مسلمانان ہندوستان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس قسم کی صعوبتوں یا مالی مشکلات سے وہ اپنے

سفر حج کے شوق میں کوئی ادنیٰ کمزوری نہ آنے دیں۔ اور اس راہ میں جتنی بھی دشواریاں یا کلفتیں محتمل یا متوقع ہوں انھیں فراخدلی سے مجاہدہ و ریاضت سمجھ کر برداشت کرنے کی نیت لے کر اس راہ عشق میں جوں توں یا دوڑی کریں البتہ ایک چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ جب تک زادراہ اس قدر مہیا نہ ہو جائے جو پوری مدت سفر کی تمام ضروریات کے لئے کافی بلکہ کسی حد تک کافی سے زائد ہو اس وقت تک سفر کا ارادہ نہ کریں۔ بعض حضرات عوام کو حج کی ترغیب دے کر انھیں سفر پر مستعد کر دیتے ہیں اور ان میں غیر معمولی جذبات شوق و ذوق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس ذوق و شوق کے جوش میں استطاعت و مقدرت کی پرواہ کئے بغیر رخت سفر باندھ لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے نادار لوگ راستہ بھر بھیک مانگتے جاتے ہیں اور اس انداز سے وہی نہیں پوری قوم دل تنگ بھی ہوتی ہے۔ اور دوسرے ممالک کے لوگوں میں حقیر بھی سمجھی جاتی ہے یہ بلا سوائے ہندوستانیوں کے اور کسی ملک کے لوگوں میں نہیں دیکھی گئی الاشاذ و نادر کہ لوگ بھیک مانگتے ہوئے سفر کر رہے ہوں۔ صرف ہمارے جہاز میں اس قسم کے چند آدمی تھے جن کے پاس ایک جبہ تک نہ تھا بالآخر مجبور ہو کر لوگوں نے اپنے کفن کے کپڑوں میں سے پھاڑ پھاڑ کر ان کے لئے احرام کی چادریں مہیا کیں۔ اور جہاز بھر میں ان کے لئے اتنا چندہ کرنا پڑا کہ وہ ساحل جدہ پر اتر سکیں۔ یقین ہے کہ اتر کر انھیں اوروں سے بھی بھیک مانگنی پڑی ہوگی کیونکہ وہ ایک جہاز کا چندہ کسی طرح بھی ان لوگوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا حالانکہ قرآن و حدیث میں مطلقاً بھیک۔ اور خصوصیت سے راہ حج میں بھیک مانگنے کی مذمت۔ اور ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ان حدود کو نظرانداز کر دینے کی وجہ سے بھی ہندوستانیوں کی بے وقعتی ہوتی ہے ترغیب دہندہ حضرات محض ترغیب حج نہ دیں، بلکہ حدود شرعیہ بتلا کر حج کی ترغیب کا وعظ کہیں، بہرحال جانے والے حجاج اولاً زادراہ کی تکمیل کریں، اور اس کے بعد مصائب راہ کو بخوشی برداشت کرنے کا عزم بالجزم لے کر جائیں۔ نہ ان مشکلات کی وجہ سے سفر حج بند کریں۔ اور نہ ہی احتجاجاً بندش حج کا خیال دل میں لائیں کہ یہ شرعاً بھی غلط ہوگا اور سیاستاً بھی مضر ہے۔

اسی طرح یہ رویہ بھی غیر موزوں ہے کہ حج کی یہ انتظامی مشکلات سامنے رکھ کر پوری حکومت سعودیہ کے انتظام کو چیلنج کیا جائے۔ اور غیر حکومتوں کو متوجہ کیا جائے کہ اس میں مداخلت کر کے اس کی اصلاح کریں یا اسے بدل ڈالیں۔ نہ یہ رویہ معقول ہی ہے نہ ہونے والا ہے۔ اور نہ ہی حجاج کے دائرہ کی چیز ہے۔ ہماری مشکلات کا بہت حد تک انسداد ہمارے قنصل خانہ کی مضبوطی پر ہے۔ اور پھر اسی کے ذریعہ عرض کردہ انداز کی ایک بین الاسلامی کمیٹی قائم کرانے کی جدوجہد پر۔ لہٰذا ہمیں ہر حالت میں اپنی حدود پیش نظر رکھنی چاہئیں اور حج کے بارے میں کسی دل تنگی کو دل میں راہ نہ دینی چاہئے

چوتھی قسط:-

# احاطۂ دار العلوم میں بیتے ہوئے دن

(از حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

کھانا بھی مفت، لباس بھی مفت، روشنی بھی مفت، کتابیں بھی مفت، ایک نہیں دو نہیں، آٹھ آٹھ نو نو سو سے زیادہ طلبہ کے لئے استوار و مستحکم انتظام، میرے لئے باعث حیرت بنا ہوا تھا، یہی نہیں، تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ نیا انکشاف مجھے مبہوت بنائے رکھتا تھا، کسی بیمار طالب العلم پر نظر پڑی، معلوم ہوا کہ دوا بھی مدرسہ ہی کی طرف سے ان کو ملے گی، جس کی کوئی قیمت ان کو ادا نہ کرنی پڑے گی بغیر کسی فیس کے مدرسہ کے طبیب اس کا معائنہ بھی کرتے ہیں، نسخہ بھی لکھ کر دیتے ہیں (اس زمانہ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حکیم محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہی مدرسہ کے متعلقین کا علاج کیا کرتے تھے) صرف علاج اور دوا ہی نہیں بلکہ ہر مریض کو طبیب کی ہدایت کے مطابق جس قسم کے پرہیزی کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ بھی مدرسہ ہی کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے، میں ان باتوں کو سنتا، اور جو چیز سنائی جاتی، مشاہدہ سے مسلسل اس کی تصدیق بھی ہوتی چلی جاتی تھی، مولویوں کا عام طبقہ انتظامی سلیقہ سے محروم ہوتا ہے، ابن خلدون کا مشہور فقرہ ہے کہ "العلماء ابعد الناس عن السیاسۃ" (یعنی سیاسی کاروبار سے عموماً مولویوں کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی) سیاست کے معنی اگر جوڑ توڑ، مار دھاڑ، اکھاڑ پچھاڑ کے ہیں تو خیر یہ تو بات ہی دوسری ہوئی، لیکن اگر جہاں بانی، اور حکمرانی کا سلیقہ مراد ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ دار العلوم دیوبند کے احاطہ میں نظم و ضبط۔ اور اس کی ہمہ گیریوں کا ایک دلچسپ نمونہ مری نگاہوں کے سامنے آگیا تھا۔ گوناگوں کاموں کے یہ سارے شعبے، چل رہے تھے، اور اتنی ہمواری کے ساتھ کسی خرخشے کے بغیر چل رہے تھے کہ نہ کسی قسم کا ہنگامہ برپا تھا، نہ دار و گیر، رست و خیز کی کیفیت محسوس ہوتی تھی، سنجیدگی متانت کے ساتھ سبک رفتار ندی کی چال کی طرح یہ نظم جاری تھا۔ طرفہ تماشا یہ تھا کہ نظم کے چلانے والوں کی تعداد بہ مشکل انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، شائد میں مبالغہ نہیں کر رہا ہوں کہ مطبخ، کتب خانہ، طبابت خانہ میں کام کرنے والوں کو اس زمانہ میں جب میں نے گنا تھا، تو مجموعی طور پر ان کی میزان دس کے اندر ہی اندر غالباً تھی،

۱؎ حکیم صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ملازم تو مدرسہ میں طبیب ہونے کی حیثیت سے تھے، مگر صرف طبی خدمات ہی نہیں، بلکہ فارغ التحصیل یا قریب الفراغ طلبہ میں سے جو طب کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، ان کو طب کی کتابیں بھی پڑھایا کرتے تھے، اور مدرسہ کے اسباق میں سے بھی کوئی اہم سبق ان کے ذمہ رہا کرتا تھا، ان کے ہدایہ اخیرین کے درس میں خاکسار بھی کچھ دنوں شریک رہا تھا، بڑے ذہین اور صاف دل آدمی تھے، ان ہی کی زبان سے پہلی دفعہ "سیاہ سینہ" کا لفظ خاکسار نے سنا تھا، سیاہ دل کی جگہ یہ نئی ترکیب ان کی زبان سے بھلی معلوم ہوئی، خود مری زبان پر بھی یہ لفظ چڑھ گیا، ان کو شکار کا بھی غیر معمولی ذوق تھا، شائد کوئی ہفتہ گذرتا ہو گا جس میں ایک دو ہرن ان کے فتراک میں بندھ کر جنگل سے نہ آتا ہو۔ بڑے قادر انداز تھے مشکل ہی سے ان کا نشانہ خطا ہوتا تھا ۱۲

ان ہی میں تقریباً ایک ہزار کھانے والوں کے روزانہ دونوں وقت کے کھانے پکانے والے بھی تھے، اور پکوانے والے بھی، ان ہی میں کتابوں کے تقسیم کرنے والے، اور ہر ہر کتاب کو اپنی اپنی جگہ سے نکال کر لانے والے۔ اور پہونچانے والے بھی تھے۔ ان ہی میں ٹوٹی پھوٹی جلدوں کو دوبارہ درست کرنے والے بھی، الغرض کام سب ہو رہا تھا، لیکن جتنا بڑا کام تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کام کرنیوالوں کی یہ مختصر سی ٹولی اسی کو انتہائی حسن و خوبی کے ساتھ بہ سہولت تمام کیسے انجام دے رہی ہے؟ میری نظر پھر مدرسہ کی عمارتوں پر پڑتی، ایک احاطہ کے بعد دوسرا احاطہ، دوسرے کے بعد تیسرا احاطہ شمال و جنوب میں پھیلا ہوا تھا، ہر احاطہ کے بیچ میں وسیع صحن۔ اور چاروں طرف برآمدے کے ساتھ کمرے، اور حجرے، جن میں طلبہ بھرے ہوئے تھے تعمیرات کا سلسلہ جاری تھا، اور یہ سارا تعمیری صیغہ اس زمانہ میں پھپھوند کے ایک صاحب مولوی رحمت علی صاحب کی نگرانی میں تھا، تعلیم مدرسہ ہی میں پائی تھی، طبعی مناسبت کی وجہ سے بجائے مولویوں کے مہندسوں اور انجینروں کا کام انجام دے رہے تھے۔ شاید چالیس یا پچاس سے زیادہ تنخواہ نہ تھی۔ تن تنہا وہی راجوں، اور مستریوں کے کاموں کی نگرانی کرتے تھے۔ بڑے یار باش۔ بے تکلف آدمی تھے۔ بعد کو خاکسار سے خصوصی تعلق ان کا پیدا ہو گیا تھا، دلچسپ باتیں کیا کرتے تھے لہ

اور میں کن کن باتوں کا ذکر کروں، میرے لئے دیوبند کا یہ پہلا ہفتہ اعاجیب۔ اور نت نئی اچنبھی باتوں کا ہفتہ تھا، حکیم منظر حسن صاحب کے جس کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا، وہاں مجھے پانی پینے کا کوئی سامان نظر نہ آیا نہ کوئی صراحی نہ کوئی مٹکا، لیکن جب کھانے پر لوگ بیٹھے تو دیکھا کہ کوئی صاحب تازہ پانی کی ایک ٹھلیا اپنے ساتھ لے آئے۔ اور دسترخوان کے قریب اس کو رکھ دیا، تازہ پانی ابھی کنوئیں سے آیا ہے۔ اس خیال ہی سے دل گھبرانے لگا کہ ٹھنڈا تو قطعاً نہ ہوگا۔ لیکن گلاس میں بھر کر جب دیا گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ برف کا بجھا ہوا حد سے زیادہ خوشگوار ایسا پانی حلق کے نیچے اتر رہا ہے کہ آنکھوں میں سرخی کی لہر دوڑ گئی، دریافت کیا کہ برف ڈال کر آپ لوگ پانی پیتے ہیں؟ اس قصبہ میں برف کیا بہت ارزاں ہے؟ حکیم صاحب نے فرمایا جی نہیں، مدرسہ کے اندر مولسری والے احاطہ کے مشرقی سمت میں جو کنواں ہے اس کا پانی جس وقت بھی پیجئے، معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے برف ڈال دیا ہے۔ بولے کہ مدرسہ میں اسی لئے بجائے اپنے اپنے کمروں کے ہر شخص کے پینے کا پانی کنوئیں ہی میں محفوظ رہتا ہے۔ وقت پر اپنا اپنا حصہ ہر ایک نکال کر لے آتا ہے۔ گھرنی کنوئیں پر لگی ہوئی ہے، چمڑے کے بڑے ڈول میں ایک ٹھلیا جس سے بھر جائے پانی چلا آتا ہے۔ یہی ہر وقت کا دستور ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں

---

لہ یاد آتا ہے کہ بہار خاکسار کے وطن کی عام غذا چاول پر مولوی رحمت علی نے اعتراض کیا کہ اس سے جسم میں قوت پیدا نہیں ہوتی، خاکسار نے عرض کیا کہ بھئی! گیہوں کھانے کا خمیازہ ایک دفعہ تو یہ بھگت چکے کہ جنت سے نکالے گئے، اور مٹی کے کرے پر جلا وطن ہونا پڑا۔ مجھے تو خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ گیہوں کھانے کی عادت اب بھی نہ چھوٹی تو یہاں سے بھی نہ ڈھکیل دئے جائیں اور جنت کے رہنے والوں کو بھی گیہوں جہنم پہونچا کر نہ رہے، خوب ہنستے۔ اور کہتے کہ ہر بات میں تو نکتہ نکال لیا کرتا ہے۔ شائد اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کیا تھا کہ روزمرہ میں تو آپ یو۔پی والے گیہوں کھاتے ہیں، لیکن جب کوئی معزز مہمان آپ کے ہاں آتا ہے یا تقریب ہوتی ہے، تو آپ کی عزت۔ اور آبرو کا بچانے والا گیہوں نہیں چاول ہی تو نظر آتا ہے۔ ۱۲

کہ کنویں کی حد تک اتنا لذیذ، اتنا خوشگوار، اتنا شیریں صاف وپاک سبک وخنک، پانی مشکل ہی سے کسی کنویں کا اب تک میں نے ... پیا تھا، اور بعد کو بھی برف کے بغیر ایسا پانی جسے پیتے ہی چلے جایئے۔ لیکن نہ گرانی ہی اس سے پیدا ہو اور نہ دل ہی بھرے۔ زندگی میں اس کا تجربہ یا مدینہ منورہ پہونچ کر بعد کو ہوا۔ یاد آگئی مسجدِ نبوی کی وہ سبیل، سپید سپید بڑی بڑی صراحیوں کے ساتھ مرادابادی پیالوں میں کشیدہ قامت گورے چٹے حسین وخوبصورت ترکی النسل پلانے والے پانی پلائے جاتے تھے۔ دینی عقیدت کے تحت نہیں بلکہ عام انسانی احساس کے زیر اثر ہو کر یہ عرض کر رہا ہوں کہ حوضِ کوثر کا خیال ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سامنے اسی سوتی عالم میں مجسم ہو کر آگیا ہے، وہ ساری خوبیاں جو کسی پانی میں آدمی کی فطرت تلاش کرتی ہے، یا کر سکتی ہے، ایک ایک کر کے مدینہ طیبہ کے اس پانی میں پائی جاتی تھیں[1]۔ بہرحال مدینہ منورہ کا پانی تو مدینہ منورہ ہی کا پانی تھا، جو بات اس مقدار خنک و گوارا میں پائی جاتی تھی اس کو تو کسی دوسری جگہ تلاش کرنا فضول ہے۔ لیکن کہہ سکتا ہوں کہ ہلکی سی جھلک اس پانی کی مدرسہ والے کنویں کے پانی میں مجھے اس زمانے میں میسر آئی تھی، حالانکہ اسی دیوبند میں سینکڑوں کنویں ہیں جو مدرسہ میں مسجد کے مشرقی دروازے کے پاس ایک نیا کنواں میرے داخلہ سے پہلے تعمیر ہو چکا تھا۔ اور جس کمرے میں مقیم تھا اس سے مسجد والا یہ نیا کنواں زیادہ قریب تھا

لیکن اندرون مدرسہ کے کنویں کی بات نہ مدرسہ ہی کے اس نئے کنویں کے پانی میں پائی جاتی تھی، اور نہ دیوبند کے کسی اور کنویں میں، اسی لئے پینے کی حد تک زیادہ تر اسی قدیم کنویں ہی کے پانی کو جب تک مدرسہ میں رہا استعمال کرتا رہا۔

بہرحال اس پہلے ہفتہ میں مدرسہ کی زندگی کے جو چیز بھی نظر سے گذر رہی تھی اس سے انس ہی میں انس کا اضافہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ الا یہ کہ اسی ہفتہ میں ایک "دہشت ناک" خبر بھی کان میں گونجی۔ خیال یہ کئے ہوئے تھا کہ مدرسہ میں داخلہ کی جانب سے نائب مہتمم صاحب مولانا حبیب الرحمن صاحب نے مطمئن فرما دیا ہے۔ شک کی کوئی وجہ باقی نہ رہی تھی، کہ اچانک مجھے یہ اطلاع دی گئی کہ قانون کی رو سے داخلہ کا امتحان بھی تجھے دینا ہوگا۔ "امتحان" کان کے پردے پر تو اس لفظ کی چوٹ پڑی، لیکن اس چوٹ سے دماغ بوکھلا گیا۔ دل دھڑکنے لگا، اب تک میری تعلیم ٹونک میں اس طور پر ہوئی تھی کہ تحریری امتحان تو دور کی بات تھی، جہاں تک خیال آتا ہے، شائد ایک یا دو مرتبہ تقریری امتحان کی مصیبت وہ بھی نام نہاد طور پر سر سے گذری تھی۔ استاذ مرحوم نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ فلاں فلاں مقامات پر تجھ سے پوچھوں گا[1]، "دریا دیدہ زبود" والے گلستان سعدی کے

[1] مرحوم ومغفور نواب صدر یار جنگ نور اللہ مرقدہٗ کا احساس بھی یہی تھا، فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی سیر کرنے والوں نے میرے سامنے اعتراف کیا ہے کہ جو لطف مدینہ منورہ کے پانی میں ان کو ملا، کہیں نہیں ملا، نواب صاحب خود بڑے رئیس اور کم از کم ہندوستان کے اکثر صوبوں کی سیر کئے ہوئے تھے۔ کہتے تھے کہ مجھے اس کی نظیر کہیں نظر نہ آئی ۱۲

[1] عام طور پر یہ بات امتحان کے مفہوم کے مناسب نہ تھی، اسلئے خیال گذرا کہ ایسا امتحان امتحان ہی کیا ہوا؟ لیکن جب کتاب کھلی بتایا ہوا سوال پوچھا گیا۔ تو جواب میں دشواری کیا تھی دیدیا گیا۔ یہ فلسفہ کی ایک کتاب کا سوال تھا، لیکن استاذ مرحوم نے جب فرمایا کہ میں یہ نہیں دریافت کر رہا ہوں کہ تمہاری کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے، بلکہ پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ تم خود بھی اس سوال کا کوئی جواب اپنی طرف سے دے سکتے ہو، تب معلوم ہوا کہ اب میرا امتحان ہو رہا ہے۔ جواب دیا گیا تھا۔ استاذ مرحوم نے تعریف کی، کچھ توقعات اس ناکارہ کی ذات کے ساتھ قائم کئے گئے جو افسوس کہ میری شورہ بختی کی وجہ سے پورے نہ ہو سکے ۱۲

غلام (لڑکے) کی جو حالت تھی، وہی حال دارالعلوم کے احاطہ میں امتحان کے لفظ سے مجھ پر طاری ہوا، گو مدرسہ میں چند ہی دن گذرے تھے، لیکن باتونی ہونے کی وجہ سے طلبہ خصوصًا جن کے ساتھ نشست و برخاست زیادہ تھی، ان پر ایک گونہ کچھ رنگ بھی قائم ہوگیا تھا، اب یہ رنگ بھٹ جائے گا. ہوا جو دھوکے اور فریب سے باندھی گئی ہے اکھڑ جائے گی، ان ہی وسوسوں کی دل و دماغ کے میدانوں میں جنگ دولکد کوب شروع ہوگئی؟ کیا رسوائی کے پیش آنے سے پہلے نکل بھاگوں کیا کروں؟ طرح طرح کے خیالات ستانے لگے. سب سے زیادہ اہم سوال یہ سامنے آیا کہ امتحان کون صاحب لیں گے. اِدھر اُدھر سے چاہا کہ اس کا سراغ لگاؤں. مختلف بزرگوں کا نام لیا جاتا، جو عمومًا داخلہ کا امتحان لیا کرتے تھے. خیال آتا ہے کہ عمومًا حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کا نام زیادہ اس سلسلہ میں لیا جاتا تھا، اگرچہ مولانا اس زمانہ میں بجائے استاذ العلماء کے ابھی استاذ الطلبہ ہی تھے. لیکن پھر بھی دارالعلوم کے اساتذہ میں ان کا شمار تھا. بعض طلبہ نے اطمینان بھی دلایا کہ مولانا اعزاز علی صاحب زیادہ سختی سے داخلہ کے امتحان میں کام نہیں لیتے. اس سے کچھ امید بندھتی. الغرض چند دن اسی ادھیڑ بن میں گذرے. اور جب مدرسہ میں پڑھنے ہی کے ارادہ سے داخل ہوچکا تھا، تو آنے کے بعد واپس ہوجانے پر دل راضی نہ ہوا، خصوصًا دارالعلوم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا دل و دماغ پر اتنا غیر معمولی تسلط ہوچکا تھا کہ اس ماحول میں پہونچ جانے کے بعد، اس کے منافع سے محض اپنی بزدلی کی وجہ سے محروم رہ جانا بڑا حسرت انگیز احساس بن جاتا، آخر جس دن کا ڈر تھا، وہ سامنے آہی گیا! اور مجھے مطلع کیا گیا کہ داخلہ کے امتحان کے لئے کتب خانے کے بالاخانے پر حاضر ہوجاؤں. اب یاد نہیں رہا کہ پہلے ہی سے کچھ بھنک مل چکی تھی، یا اچانک یہ صورت پیش آئی کہ اب تک دور ہی سے دو جس روح پرور، جاں افروز وجود کے جلوؤں سے اپنی آنکھوں کو سینکا کرتا تھا، ناگاہ میں نے پایا کہ وہی مقدس ہستی میرے سامنے ہے یا میں ان کے سامنے پیش کر دیا گیا ہوں، یہ حضرت الاستاذ الامام العلامہ سیدنا مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہٗ کی ذات پاک تھی، فقیر کے داخلہ کا امتحان معلوم ہوا کہ حضرت ہی لیں گے مجھے معلوم نہیں کہ شاہ صاحب ہی کے ذمہ اس سال اس امتحان کا معاملہ کر دیا گیا تھا. یا واللہ اعلم بالصواب، کوئی خاص اشارہ اس باب میں ان کو ارباب حل وعقد کی طرف سے ملا تھا۔

بہرحال میری آنکھوں کے سامنے پہلی دفعہ ایسا معلوم ہوا کہ معنوی معصومیت کو دیدہ اور مرئی قالب میں ڈھال کر کسی نے رکھ دیا ہے، آنکھوں میں معصومیت، چہرے پر معصومیت، لبوں میں معصومیت، از سرتا پا ہمہ تن معصومیت حسن کردار کا مجسمہ، عفاف و استغنار، صفائے قلب وتقویٰ کی ڈھلی ہوئی کوئی گڑیا، جو کچھ باہر میں ہے وہی سب کچھ اندر بھی ہے، سنہرا دمکتا ہوا چہرہ جس پر رونق و نضارت شادابی و تروتازگی کھیل رہی تھی، نثار ہو رہی تھی، ڈاڑھی کے بال سیاہ حد سے زیادہ سیاہ، زردی مائل سرخی کی جھلک کے ساتھ روی التور کے رنگ کا ایک جان بخش، دل آویز نظارہ میری نگاہوں کے سامنے آیا.[1] حضرت الاستاذ الامام کا شباب کا زمانہ تو شاید نہ تھا: غالبًا چالیس سے اس وقت عمر مبارک متجاوز ہوچکی ہوگی، لیکن آب و رنگ کی تازگی، وشادابی ایسی تھی کہ ہزار ہا ہزار شبابی مظاہر اس پر

---

[1] حضرت الاستاذ الامام الکشمیری کے مکمل سیمار حلیہ کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا. اس وقت صرف اپنے پہلے تاثر کا اظہار مقصود ہے. آئندہ اس سلسلہ میں جن باتوں کا خیال آتا جائے گا عرض کروں گا
ان کے زیرسایہ بعد کو کافی مدت فقیر کی گذری ۱۲

نثار تھے۔ غالباً چھوٹی سی دستی میز پر کتاب تھی۔ یہ میر زاہد رسالہ تھا۔ شاہ صاحب نے کتاب کھولی۔ وہ کتاب کھول رہے تھے۔ اور میرے جسم پر رعشہ طاری تھا، پیشانی پسینہ سے شرابور، کانپ رہا تھا۔ دیکھئے کہاں سے پوچھتے ہیں، کیا پوچھتے ہیں۔ شائد ابتدائی ورق ہی میں خیال آتا ہے کہ :۔ "بتحقق کل فرد منہ بعد تحقق الموصوف" کے الفاظ سے "العلم المتجدد" کی تعریف میر زاہد نے جو کی ہے۔ دریافت فرمایا گیا کہ اس عبارت کا مطلب بیان کرو۔ یہ وہی مقام تھا جس کے مالہ وما علیہ کے پڑھنے میں تقریباً ایک مہینہ ٹونک کی درسگاہ میں صرف ہو چکا تھا۔ میر زاہد کا منہیہ۔ غلام یحییٰ کے حواشی، عبدالعلی بحر العلوم العلامہ کے اضافے، مولوی عبدالحق خیرآبادی نے اپنے حاشیہ میں ان سب پر جو کچھ لکھا تھا۔ اور خود استاذ مرحوم کا ذاتی حاشیہ اس مقام پر جو تھا سب ہی کو گھونٹے ہوئے اور پیئے ہوئے تھا۔ لیکن جواب تو وہ دے جو اپنے آپ میں موجود بھی ہو، تین چار دن یا کم و بیش ایک ہفتہ کے اس عرصے میں جو دارالعلوم کے احاطہ میں داخلہ کے اس امتحان سے پہلے گذرا تھا حضرت شاہ صاحب کے فضائل و کمالات، علمی تبحر۔ اور غیر معمولی معلومات و مخزونات کے ذکر سے دل اس حد تک مرعوب ہو چکا تھا کہ جس وقت پوچھا گیا مطلب بیان کرو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کبوتر شاہین کے پنجوں میں آگیا ہے۔ نہ ہوش ہی باقی تھا۔ اور نہ حواس، کچھ یاد نہیں کہ بدحواسی کے اس عالم میں منہ سے کیا اول فول، بے تکی باتیں بے ساختہ نکلیں، ایک دو سوال ہی کے بعد کتاب بند ہوگئی۔ اور اجازت اُٹھ جانے کی عطا فرمائی گئی، جس وقت اُٹھا اس یقین کے ساتھ اُٹھا کہ دارالعلوم سے روانگی کا نظم کر لینا چاہیئے، داخلہ کے لئے جس قابلیت کی ضرورت مدرسہ کے قانون کے رو سے ہو، اس معیار پر جس حد تک کوئی کھوٹا ثابت ہو سکتا ہو۔

میں نے محسوس کیا کہ قسمت نے آج وہی مجھے ثابت کر دیا اُٹھا، اور سفر کے خیال کو دماغ میں لے کر اُٹھا، منہ خشک تھا۔ لب پر پپڑیاں تھیں۔ واپس ہوتے ہوئے دوسرے ہم چشم طلبہ کے خیال سے مصنوعی اطمینان کی کیفیت کو دل سے چہرے پر منتقل کرنے کی کوشش اترتے ہوئے سیڑھی کے زینوں پر کرتا رہا۔ نیچے اترا، ساتھیوں میں پہونچا، دل کے خیال کو دل ہی میں دبائے رکھا، واقعہ کا علم ان لوگوں کو خود ہو جائے گا کہ داخلہ کی اجازت اس منحوس طالب العلم کو دورے میں شریک ہونے کی نہیں ملی۔

بات بہت پرانی ہو چکی ہے، ہلکا ہلکا سا خیال اس کا کبھی آتا ہے کہ میر زاہد رسالہ کے ساتھ غالباً ہدایہ اولین میں بھی میرا امتحان لیا گیا۔ ہدایہ اولین کا کچھ حصہ ٹونک میں اپنے پنجابی استاذ سمینہ (ملتان) کے رہنے والے مولانا محمد اشرف[1] مرحوم سے خصوصی طور پر فقیر نے پڑھا تھا۔ ورنہ

---

[1] یہ بڑے دلچسپ بزرگ تھے۔ لاہور میں شاہی مسجد کے مدرسہ میں ان کی تعلیم پوری ہوئی تھی، مولانا غلام محمد صاحب پنجاب کے مشہور مدرس اپنے زمانہ میں تھے ان ہی سے کتابیں پوری کی تھیں پنجاب کا خصوصی علم اس زمانہ میں نحو کا علم تھا، مولانا کی دستگاہ اس علم میں کافی تھی، ادب عربی، اور ریاضی سے بھی خاصی مناسبت رکھتے تھے۔ مدرس ہو لئے۔ اور کافی معمر ہونے کے بعد فلسفہ اور منطق کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا، ٹونک مولانا برکات احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پھر طالب العلمی شروع کی، لیکن ان کے علم نے فوراً ٹونک میں ہی ان کو مدرس ہی بنا دیا۔ مدرسہ خلیلیہ میں با ضابطہ مدرس ہو گئے، پڑھتے بھی رہتے۔ اور پڑھاتے بھی تھے، خاکسار نے مولانا مرحوم سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ادب عربی کی نصابی کتابیں حریری، متنبی حماسہ، معلقہ سب ان ہی سے پڑھیں۔ اور ریاضی ہیئت ہندسہ کی کتابیں بھی ان ہی سے پوری کیں جن کے دوبارہ دیکھنے کا پھر موقعہ نہ ملا (دیکھو آئندہ صفحہ)

عام طور پر ہدایہ کے اولین درس نظامیہ کے نصاب میں شریک نہیں ہے جو حشر میر زاہد رسالہ کے امتحان کا میری نظروں میں ہوا تھا۔ شاید وہی کچھ انجام ہدایہ اولین کے امتحان کا ہوا ہو۔ ! میر زاہد والی بات۔۔۔ تفصیلاً اب تک یاد ہے لیکن ہدایہ کا خیال کچھ مٹ سا گیا ہے۔

بہر حال امتحان کے قصے میں جو کچھ گذری تھی، اسے دل ہی میں دبائے۔ اور دار العلوم سے بوریا بستر اٹھا لینے کی اندرونی فکروں ہی میں الجھا ہوا تھا۔ کہ اچانک حکیم منظر حسن صاحب ہی لئے غالباً یہ خبر سنائی کہ آپ کے امتحان کی بڑی تعریف ہو رہی ہے۔ اور داخلہ آپ کا دورے میں منظور کر لیا گیا ہے۔

---

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ان کی بے نفسی کا حال یہ تھا کہ درس کے کمرے میں تو وہ استاد بن جاتے۔ اور ان کے طلبہ طلبہ لیکن وہاں سے نکلنے کے بعد طالب العلموں سے بھی فروتر اپنے آپ کو خیال کرتے۔ اور طلبہ کے ساتھ ملنے جلنے میں اسی خیال کا اثر نمایاں ہوتا، بعد کو جب کوئی ان سے کسی کتاب کے پڑھنے کی خواہش کرتا، تو ان کی غائت نیک نفسی تھی کہ فقیر کا نام لیتے، اور کہتے کہ بھائی! گو وہ میرا شاگرد ہے، لیکن اب مجھ سے زیادہ ان کتابوں کو سمجھتا بھی ہے۔ اور سمجھاتا بھی ہے اسی کو راضی کرو، خوب پڑھائے گا۔ اللھم ارحمہ واغفر لہ۔ اب ان پاک طینت پیداواروں کو ہم مسلمانوں کے گھروں میں کہاں ڈھونڈھیں ؎

ان قدح بشکست وآں ساقی نماند

---

**خریداران رسالہ** سے ضروری گزارش یہ ہے کہ رسالہ پابندی سے ہر انگریزی ماہ کی پندرہ تاریخ کو شائع ہوتا ہے ۲۵ تک جن حضرات کو رسالہ نہ ملے وہ دفتر کو فوراً اطلاع دیں کیونکہ ۳۰ کے بعد دفتر میں رسالہ ختم ہو جاتا ہے اسلئے ۳۰ کے بعد

# حضرت علامہ انور شاہؒ اور ڈاکٹر محمد اقبالؒ

(از جناب مولانا محمدؐ صاحب انوری (لائلپور پاکستان)

بزم اقبال لاہور نے راقم الحروف سے فرمائش کی تھی کہ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری، اور حکیم مشرق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے باہمی تعلقات کے متعلق ایک تحریر مرتب کروں جسے بزم مذکور ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تاریخ حیات میں شامل کرے گی خاکسار اپنے مشاغل کی وجہ سے اس فرمائش کی تعمیل نہیں کرسکا۔ لیکن اس ضرورت کی اہمیت کا اندازہ کرکے میں نے اپنے بزرگ جناب مولانا محمد صاحب انوری سے، جو حضرت علامہ کشمیری کے تلمیذ خاص اور حرف اقبال کے قدر شناس ہیں درخواست کی وہ اس طرح کی ایک یادداشت مجھے ارسال فرمادیں جسے میں بزم اقبال تک پہونچا دوں گا، مولانا نے اس سلسلہ میں مختصر سی جو تحریر بھیجی ہے اگرچہ وہ ایک اجمال ہے جو اپنی شرح وتفصیل کا محتاج ہے لیکن جو کچھ ہے اس سے عالم اسلام کی ان دو بڑی شخصیتوں کے باہمی تعلقات پر کافی روشنی پڑسکتی ہے۔ میں اس تحریر کو قارئین رسالہ دارالعلوم کی دلچسپی کے لئے ان کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ (سید محمد ازہر شاہ قیصر)

---

مولانا حبیب الرحمٰن کی فاضل دیوبند فرماتے ہیں کہ جب ۱۹۲۲ء میں میرا قیام لاہور میں تھا ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی خدمت میں اکثر آنا جانا رہتا تھا۔ بعض مسائل کلامیہ پر گفتگو ہوتی رہتی تھی تو میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خدمت میں عرض کرتا ہمارے استاذ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ سے اس کی پوری تحقیق ہوسکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا انہی ایام میں انجمن خدام الدین کا سالانہ اجلاس شیرانوالا گیٹ لاہور میں حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں اکابر دیوبند کے علاوہ اکناف ہند سے جلیل القدر علماء دین واعیان امت تشریف لائے۔ مولانا حسین علی صاحب میاں نوالی اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب خانپوری رحمہا اللہ تعالےٰ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اہل لاہور کے لئے بزرگان دیوبند کی تفصیلی زیارت کا یہ پہلا موقعہ تھا ہزاراں ہزار کا اجتماع ہر اجلاس میں رہتا تھا۔ سر محمد شفیع مرحوم و ڈاکٹر سر محمد

اقبال مرحوم نہایت اہتمام سے شرکت فرماتے رہے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حضرات دیوبند کی خصوصی دعوت کا انتظام اپنی کوٹھی پر کیا۔ اور نہایت اہم مباحث مختلفہ پر تبادلہ خیالات کیا حضرت شاہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کے جوابات سے نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔ تاآنکہ ہر مجلس میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زبان پر حضرت شاہ صاحبؒ کے کمالات علمیہ وعملیہ کا ذکر آنے لگا۔ مدراس کے لیکچروں کی ترتیب (جو اسلام اور اسلامیات پر ڈاکٹر صاحب نے دئے نہایت بلندپایہ تحقیقات علمیہ پر مشتمل ہیں غالباً ایم اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی نے اسی مجموعہ کو اب بھی داخل کیا ہوا ہے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کی راہنمائی میں ہوئی چنانچہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اسی مجموعہ کی ابتدا میں اس امر کا برملا اعتراف فرمایا ہے کہ مولانا محمد انور شاہ صاحب میرے اس میں رہنما ہیں حضرت شاہ صاحبؒ کی نہایت بلیغ عربی ادبی نظم ضرب الخاتم علی حدوث العالم جس میں مادہ کا ابطال اور مادئین کی آراء

کار فرمایا گیا ہے۔ اور اثبات وجود باری تعالیٰ پر پندرہ
دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ اور قدرت باری تعالیٰ کے
اثبات پر بحث فرماتے ہوئے ملاحدہ جدید و قدیم کے اقوال
کا تہافت ثابت فرمایا گیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم
نے یہ رسالہ ڈاکٹر صاحب کو ہدیۃً عنایت فرمایا ڈاکٹر صاحب نے
اس دقیق عربی نظم کا نہایت دقت نظر سے مطالعہ فرمایا اور
جس مقام کے حل میں اشکال پیش آیا دیوبند ڈاک بسبیل خطوط
لکھ لکھ کر حضرت شاہ صاحب مرحوم سے حل کرایا مدت تک
باہمی مراسلت و مکاتیب کا سلسلہ جاری رہا حضرت نے
بعض فارسی طویل مکتوب تیس تیس صفحات کے ڈاکٹر صاحب
کو لکھے ہیں۔ کاش یہ مکاتیب اگر شائع ہوجاتے تو ایک بڑا
علمی ذخیرہ اصحاب ذوق کے ہاتھ آجاتا اکثر فرمایا کرتے تھے
کہ میری اس نظم کو جیسا ڈاکٹر اقبال صاحب سمجھے ہیں کوئی
عالم دین نہیں سمجھا۔

دسمبر ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام کانفرنس
علوم مشرقیہ کے انعقاد کا اعلان ڈاکٹر صاحب مرحوم کی صدارت
میں ہوا علوم مشرقیہ کے ماہرین بنگال، آسام، کراچی، بلوچستان
علی گڑھ، دہلی، بمبئی، پشاور، بہاولپور غرض قدیم انڈیا کے
گوشے گوشے سے جمع ہوئے یوروپین مستشرقین بھی شامل
ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک بلیغ خطبہ مسلمانوں کی خدمات
علوم و فنون پر انگلش زبان میں پڑھا۔ مختلف علوم و فنون
کی جو کچھ خدمات علماء اسلام نے انجام دی ہیں ذکر فرماتے
ہوئے ائمہ علوم و فنون کی ایک طویل فہرست پڑھی اس
سلسلے میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا بھی
تفصیلی تذکرہ آیا چونکہ احقر بھی اس کانفرنس میں مدعو تھا
اپنے احباب کی خصوصی توجہ دلائی کہ خود ڈاکٹر صاحب سے
یا دوسرے کسی فاضل سے اس کی پوری توضیح کرائی جائے
چنانچہ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کے ایک پروفیسر صاحب
نے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کے احسان کا ڈاکٹر صاحب
اس سلسلے میں ذکر فرما رہے تھے کہ انھوں نے ایک مجلس میں
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے زمان و مکان کی تحقیق
کے متعلق استفسار فرمایا تو حضرت نے اس پر ایک مبسوط تقریر
فرمانے کے بعد علامہ عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ (فارسی)
غایۃ البیان فی تحقیق الزمان والمکان کی طرف متوجہ فرمایا۔

ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ میں نے شاہ صاحب سے عرض
کی کہ یوروپین محققین نے اس کی پوری تحقیق کی ہے چنانچہ
نیوٹن پہلا محقق ہے جس نے اس پر بسط سے بحث کی ہے
حضرت نے فرمایا کہ میں نے نیوٹن کی بیس کے قریب تصانیف
دیکھی ہیں زمان و مکان پر جو کچھ لکھا ہے وہ علامہ عراقی کے
مذکورۃ الصدر رسالہ سے لیا ہے لیکن حوالہ نہیں دیا ڈاکٹر صاحب
بھی متعجب ہوئے۔ اور اس رسالہ کا اشتیاق ظاہر فرمایا حضرت
نے دیوبند جاکر وہ رسالہ ڈاکٹر صاحب کے پاس ارسال فرمایا
ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے اقتباسات یوروپین جرائد
میں شائع فرمائے۔ اور ضمنی طور پر اجمالی تعارف حضرت شاہ
صاحب مرحوم کا ڈاکٹر صاحب کی وساطت سے یورپ
والوں کو ہوا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ جن علوم پر
یورپ کے محققین نازاں ہیں ان کی کامل تحقیق علماء اسلام
صدیوں پہلے کرچکے ہیں۔

قادیانیوں کے خلاف بہاولپور کے تاریخی مقدمہ میں
احقر بھی حضرت شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھا
اور حضرت نے احقر کو مختار مقدمہ بنوایا تھا۔ اور تین ہفتے
حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ایک مجلس میں احقر
نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اس خطبہ صدارت کا تذکرہ کیا
تو حضرت نے تفصیل کے ساتھ یہ قصہ بیان فرمایا یہ بھی فرمایا
کہ ڈاکٹر صاحب نے وہ رسالہ مجھے واپس نہیں دیا۔ اور میں
نے دوبارہ مطالعہ بھی نہیں کیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ
سے اس قدر شغف اور تعلق ہوگیا تھا کہ حضرت سے ملاقات

کا ہر وقت اشتیاق لگا رہتا تھا۔ مقدمہ بہاول پور کے سفر میں جبکہ احقر بھی ہمراہ تھا لاہور ورود ہوا آسٹریلیا بلڈنگ میں قیام فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو جب میزبان کی طرف سے اطلاع پہنچی فوراً کار سے تشریف لائے کئی گھنٹے مختلف مسائل میں حضرت سے استفادہ فرماتے رہے۔ اکثر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ پھر وصال سے چند ایام قبل جب لاہور تشریف لے گئے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے خود قیام کا انتظام کرایا اپنے احباب سمیت ہر وقت حاضر خدمت رہتے تھے۔ حضرت کی مجالس میں اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کو حاضر ہونے کی دعوت دیتے۔ پھر برکت علی محمڈن ہال میں اپنے اہتمام سے جلسہ کا انعقاد کیا۔ ختم نبوت اور رد قادیانیت پر حضرت کا بیان ہوا ڈاکٹر صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ رد قادیانیت کے لئے کمربستہ ہو گئے تا آنکہ خلیفۂ قادیان کو کشمیر کمیٹی سے فوراً الگ ہو جانے کا تار دیا۔ اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں محض اس بنا پر شرکت نہ فرمائی کہ جلسہ کا صدر ایک قادیانی رئیس اعظم تھا۔ انجمن نے ڈاکٹر صاحب کو جلسہ میں لانے کی غرض سے صدر صاحب کو کرسی صدارت چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

ڈاکٹر صاحب کا آخری دور کا کلام نظم و نثر اردو و فارسی انہی حقائق کی ترجمانی کر رہا ہے۔ رد قادیانیت میں نہایت بسیط مضامین سپرد قلم فرمائے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے انجمن حمایت اسلام لاہور سے انجمن کے کالج۔ اور تمام سکولوں سے قادیانی لاہوری تمام ملازمین برطرف کرائے۔ یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کھلی کرامت ہے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم اس کی سعی فرماتے رہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو لاہور لایا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ دیوبند میں بعض جزوی اختلافات کے رونما ہونے کو ہم اپنے لئے نیک فال سمجھتے ہیں۔ یہ تو احقر کے سامنے لاہور میں حضرت سے عرض کرتے تھے کہ میں نے اپنی ذاتی سعی سے احباب کو کئی ہزار کی رقم جمع کرنے کے لئے کہا ہے کہ جناب کے لئے ایک کوٹھی تعمیر کرائی جائے۔ اور کتب مہیا کی جائیں تاکہ آپ کی ذات سے قدیم و جدید تعلیم یافتہ حضرات استفادہ کریں اور مسائل جدیدہ جس قدر سامنے آرہے ہیں ان کے حل کی کوشش کی جائے۔ اور علم الفقہ کی از سر نو ترتیب دی جائے۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم لاہور کے آخری سفر میں رسالہ خاتم النبیین کا مسودہ ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعض مقامات ایک مجلس میں سنائے ڈاکٹر صاحب نہایت محظوظ ہوئے اپنے دوستوں کو بلا بلا کر لائے۔ اور بار بار سنانے کا تقاضا کرتے۔

حضرت کے وصال کی خبر لاہور میں سن کر ڈاکٹر صاحب بیحد مغموم ہوئے تعزیتی جلسہ اپنے اہتمام سے کرایا۔ خود صدارتی تقریر میں بھرائی ہوئی آواز میں جو الفاظ فرمائے فضا میں اب تک گونج رہے ہیں۔ فرمایا "مولانا محمد انور شاہ صاحب کی مثال پیش کرنے سے اسلام کی پانچ سو سال کی تاریخ عاجز ہے"

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

حضرت شاہ صاحب مرحوم، ڈاکٹر صاحب مرحوم کے فقر منشی کے مداح تھے۔ اور شاعر حکیم۔ اور عارف مانتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب صحبت مبارکہ نے یہ اثر کیا کہ آخری عمر میں ڈاکٹر صاحب کے اوقات تلاوت قرآن مجید اور رقت میں گذرے تھے۔

## ادبیات

# تذکار سلف

(مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ)

## کلمۂ حق عند سلطان جائر

کہا منصور نے یوں تخت نشیں ہونے پر  ایہا الناس کرو شکر خدائے منعام
کہ مرے دور حکومت میں مٹا سر تا سر  زور طاعون کا جو ساری قلمرو میں تھا عام
سن کے حضار کے مجمع سے اٹھا اک بدوی  اور کیا اس سے بگڑ کر یہ دلیرانہ کلام
خود ترا دور حکومت نہیں طاعون سے کم  جسکے ہاتھوں ہیں مصیبت میں خواص اور عوام
اسلئے عدل الٰہی نے گوارا نہ کیا  دو وباؤں کا بہم ایک زمانے میں قیام

## اسلاف کی جرأت حق

نازش دودۂ عباسؓ خلیفہ مامون  جسکا ہے طنطنۂ جاہ جہاں میں مشہور
ایک شاعر نے کسی روز زراہ اغراق  اک قصیدے میں یہ مضمون پڑھا اسکے حضور
تو اگر ہوتا کہیں وقت وفات نبوی  کرتے اصحاب خلافت پہ تجھی کو مامور
اس خوشامد پہ بھری بزم میں بولا اک شخص  جھوٹ بکتا ہی تو اے راہرو جادۂ زور
جد خلیفہ کے تو موجود تھے اس وقت مگر  کب کیا ان کی خلافت کو کسی نے منظور
گرچہ یہ تلخ سخن شاق ہوا مامون پر  ہو گیا دبدبۂ حق کے مقابل مجبور

## ادب رسولؐ

اک دن کہیں گئے تھے جناب رسول پاک  اتنے میں آئے خدمت صدیقؓ میں بلالؓ
کی عرض آپ چل کے پڑھا دیجئے نماز  مسجد میں منتظر ہیں سب اصحاب خوش خصال
صدیق کر رہے تھے امامت کہ ناگہاں  آکر شریک ہو گئے محبوبؐ ذوالجلال

لیکن ہوئی نہ حضرت صدیقؓ کو خبر　　　دستک نمازیوں نے جو دی تو کھلا یہ حال
جب وہ مڑے تو ہاتھ سے روکا حضورؐ نے　　　یعنی پڑے نہ کارِ عبادت میں اختلال
اس پر بھی ہٹ کے وہ صفِ اول میں آ گئے　　　رکنے میں بسکہ سوءِ ادب کا تھا احتمال
بعد نماز اُن سے یہ بولے رسولؐ حق　　　تم کو ہمارے امر کا لازم تھا امتثال
کی عرض۔ جرأت سبقت آپ کے حضور!　　　ابن ابی قحافہ کی اتنی نہیں مجال

## غزل

(حضرت یحییٰ اعظمی دارالمصنفین اعظم گڈھ)

جنوں میں سرحدِ ادراک ہستی سے گذر جانا
ہے بزمِ راز تک فکر و نظر کا باخبر جانا

قیامت تھا کسی کے روئے زیبا کا سنور جانا
نظر سے دل میں اک نقشِ رنگیں کا اتر جانا

نکل کر خانہ دل سے جو آئے تا سرِ مژگاں
انھیں آنسو کے قطروں کو فروغِ چشمِ تر جانا

لنڈھائے خم کے خم مستی میں تو نے پھر بھی اے ساقی
ترے اس دور کو رندوں نے تیرے مختصر جانا

بیاباں کی فضاؤں میں ملیں جو ان کی خوشبوئیں
تو ہم نے وادیٔ غم کو بھی ان کی رہ گذر جانا

ہے زاد و راحلہ کا غم عبث اے طالبِ ناداں
ہجومِ شوق میں اُڑ کر وہاں بے بال و پر جانا

ذرا ٹھہرو کہ اک نقشِ پا کچھ تم سے کہتے ہیں
نہیں زیبا یونہی آدابِ منزل سے گذر جانا

بکھرنا ان کے گیسو کا، سنورنا اُن کی زلفوں کا
ہے گویا نظمِ ہستی کا سنورنا اور بکھر جانا

بجھے گی تشنگی مدت کی آج اُن تشنہ کاموں کی
مبارک ہو مبارک ساقیِ کوثر کے گھر جانا

# ہر زوالے را کمالے

(از جناب الم مظفر نگری)

نبض ہستی کی تڑپ ہے حامل صد انقلاب
ذرہ بنجاتا ہے خود اک دن سمٹ کر آفتاب

جلوۂ صبح چمن دیتا ہے پیغام خزاں
رنگ گلشن میں نہاں ہے سوز برق آشیاں

نالۂ دل بربط ہستی کا ہم آواز ہے
ہر صدائے درد آہنگ شکست ساز ہے

ہے نسیم صبحدم اک قاصد پیغام ہجر
صبح عیش وصل پر چھائی ہوئی ہے شام ہجر

آمد دور خزاں ہے جلوۂ حسن بہار
نشۂ صہبا میں ہے کیفیت رنج خمار

آج ہے جو مطمئن ہوگا وہ کل آشفتہ تر
فطرت ہستی کا ہے یہ اقتضا اے بے خبر

کیا ہے گر میرا وجود زندگی ہے مضمحل
ہر کمالے را زوالے کہہ گئے ہیں اہل دل

لیکن اب جنبش میں ہے ہر نبض پر جوش امل
ساز بیداری پہ ہے پھر زخمہ زن دست عمل

پھر کوئی سمجھا رہا ہے دل کو راز زندگی
بربط ہستی ہے ہم آواز ساز زندگی

حامل صد جلوۂ فردوس ہے اک اک نظر
پھر ہوئی چشم طلب بیگانۂ خواب سحر

مژدۂ صبح چمن رنگ نمود شام ہے
جنبش موج صبا اعلان جشن عام ہے

اے زمین شرق اے آئینۂ صد انقلاب
ذرہ ذرہ تیرا ہونے کو ہے رشک آفتاب

# حسنِ تصوّر

## تضمین بر نظم زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

(جناب "فانی مرادآبادی" لائل پور۔ پاکستان)

مجھ سے نہ پوچھ آج یہ کیا کر رہا ہوں میں
ذرّہ ہوں۔ اور کسبِ ضیا کر رہا ہوں میں
یعنی بیانِ شاہ ہدیٰ کر رہا ہوں میں
"تنہائیوں میں ذکرِ قبا کر رہا ہوں میں
لبریزِ کیفِ دل کی فضا کر رہا ہوں میں"

سینے میں مضطرب ہے مرے۔ اب کسی کی یاد
دل میں ہے ارضِ طیبہ کی۔ اک اک گلی کی یاد
پھر آ رہی ہے سایۂ باب النبی کی یاد
"تڑپا رہی ہے دل کو مرے پھر کسی کی یاد
پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں"

طوفاں بپا ہے اس دلِ مضطر میں رات دن
پاتا ہوں لطفِ عرض مکرر میں رات دن
کھو کر خیالِ روضۂ اطہر میں رات دن
"مصروف رہ کے مشقِ تصور میں رات دن
بابِ حریمِ شوق کو وا کر رہا ہوں میں"

گہرائیوں میں قلب کی ہے جس کی روشنی
جلوہ گہِ زباں میں نہ آ۔ پائی جو کبھی
منت نہ کی ہو جس نے کبھی شرحِ نطق کی
"لفظ و بیاں سے جس کا تعلق نہ ہو کوئی
ایسی بھی ایک خاص دعا کر رہا ہوں میں"

کس شان سے سجا ہے جہانِ تصورات
کن منزلوں میں پہنچی ہے آ کر مری حیات
کیا کہئے اپنے شوقِ سراپا نظر کی بات
"دیوانہ وار ایسے میں کچھ دل کے واردات
جیسے کہ سعیِ راہِ صفا کر رہا ہوں میں"

پردہ نہیں ہے کوئی نگاہوں کے سامنے
یہ عالمِ خیال کا اندازہ دیکھئے
بڑھ کر بلائیں اپنے تصور کی لیجئے
"جذبِ نگاہِ شوق کے قربان جائیے
آنکھیں ہیں بند۔ سیرِ منا کر رہا ہوں میں"

عنقا فراق و ہجر کے۔ ہیں صرصر و سموم
عالم وہ ہے کہ لطفِ حضوری بھی جائے جھوم
ذرات دل میں گویا چمکتے ہوئے نجوم
"دامانِ چشمِ شوق میں جلوؤں کا ہے ہجوم
دل میں خیالِ غارِ حرا کر رہا ہوں میں"

از فرش تا بہ عرش ہیں جلوے درود کے
آتے ہیں آسمان سے تحفے درود کے
ہر تارِ سازِ دل پہ ہیں نغمے درود کے
"کانوں میں گونجتے ہیں ترانے درود کے
کس کا یہ ذکرِ صلِّ علیٰ کر رہا ہوں میں"

آہنگ میری آہ میں۔ نالوں میں ایک لے
گہرائیوں میں دل کی تڑپتی ہے کوئی شے
بل کھا رہی ہے شیشۂ سینہ میں ایک مے
"اک جلوۂ لطیف ہم آغوشِ قلب ہے

محسوس آج کیفِ دعا کر رہا ہوں میں"

کون ومکان وارض وسما سب ہیں جھومتے
سکتے میں عقل وہوش ہیں روح الامیں کے
یہ لَے۔ یہ لحن وطرز۔ کہ قربان جائیے
"کیا کیا شکستِ دل کے ہیں نغمے چھیڑے ہوئے
ساری فضا کو نغمہ سرا کر رہا ہوں میں"

فانی یہ نظم ہے درِ جنت کی اک کلید
ذکرِ بیانِ شاہِ اُمم ہے زباں کی عید
بھرتا ہوں رنگ اپنی عقیدت میں میں خرید
"نغمے سنا کے جوشِ محبت میں اے حمید
طیبہ کا ذوق وشوق سوا کر رہا ہوں میں"

---

# تمنّا

(مولانا جمیل احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ بدرالاسلام شاہگنج)

تمنا ہے کہ پھر گلزارِ ملت میں بہار آئے
صحابہ کے زمانے کی ہوائے مشکبار آئے

وہی خیر القروں ایام۔ عالمتاب وخوش منظر
وہی شام وسحر آئے۔ وہی لیل ونہار آئے

پہونچ جائیں مسلماں کاش معراجِ ترقی پر
عروجِ رفتہ پھر۔ کالشمس فی نصفِ النہار آئے

مثالِ مؤمنین بدر دل میں نورِ ایماں ہو
مدد کرنے کو میری پھر فرشتوں کی قطار آئے

نگاہیں لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی پر ہوں
مری تدبیر پر تقدیر بھی پروانہ وار آئے

دعائے ثَبِّتِ الْاَقْدَامِ اذا لَاقَیْنَا لب پر ہو
قدم لینے کو میرے رحمت پروردگار آئے

مرے ذوقِ یقیں پر روحِ ابراہیم جھوم اُٹھے
مرے حسنِ عمل پر رحمت باری کو پیار آئے

جمیل اس ناتواں بازو میں میرے زورِ حیدر ہو
مرے ٹوٹے ہوئے خنجر میں روحِ ذوالفقار آئے

# تنقید و تبصرہ

## انوار المحمود :-

جامع و مؤلف مولانا محمد صدیق نجیب آبادی مرحوم دو جلد سائز ۲۰×۲۶/۸ کتابت و طباعت اور کاغذ درمیانی، قیمت ہر دو جلد للعہ ملنے کا پتہ :- منیجر کتب خانہ فخریہ، دیوبند۔

فن حدیث کی ترویج و اشاعت کے لئے علماء دیوبند و سہارنپور (کثرہم اللہ تعالیٰ) نے تحریری، تقریری، اور تدریسی طور پر جو خدمات انجام دی ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں اگر تاریخی حیثیت سے ان کی تفصیل کی جائے تو "تنقید و تبصرہ" کے کالم کا یہ اجمال ان کے کسی ایک رُخ کو بھی نمایاں کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں جہاں زائغین کے ایک بڑے طبقہ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اعتبار کرنے کی کوشش کی وہاں دیوبند و سہارنپور نے ان کی کامیاب مدافعت بھی کی چنانچہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی مشہور تصنیف "بذل المجہود" مولانا تھانویؒ کی تالیف "اعلاء السنن" حضرت شیخ الہند کی درسی تقریر "الورد الشذی" مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیریؒ کی درس بخاری، و ترمذی کی تقاریر "فیض الباری" اور "عرف الشذی" مولانا شبیر احمد عثمانی کی کتاب "فتح الملہم" مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی تالیف "التعلیق الصبیح" علماء دیوبند کی حدیثی خدمات کی روشن مثالیں ہیں۔

زیر مطالعہ کتاب جو حضرت شیخ الہند، مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی تحقیقات علمیہ کا ایک نادر خزانہ ہے مولانا محمد صدیق صاحب نجیب آبادی کی ایک بہترین یادگار، اور ان کی سالہا سال کی تصنیفی محنت کا ثمرہ ہے شروع کتاب میں ایک طویل مقدمہ ہے جو نہایت اہم مباحث، اور نادر تحقیقات پر مشتمل ہے۔ سنن ابی داؤد میں جو کتابی اشکالات تھے ان کا کافی حل اس کتاب میں موجود ہے اور خلافیات میں اس قدر مادہ ہر مذہب کا جمع کر دیا ہے کہ طالب علم کی بصیرت کے لئے وہ کافی شافی ہے۔ اسی طرح مسائل مختلفہ میں وجوہ ترجیح کا بیان نہایت درجہ مستحکم و مدلل ہے مؤلف مرحوم نے اساتذہ محدثین کی تقریرات۔ اور فوائد علیہ کو موقع بموقع حسن ترتیب سے بیان کر کے غوامض حدیث کی تفہیم و افہام کو طلبہ و مدرسین اور مشتغلین علم حدیث کے لئے سہل کر دیا ہے۔

یہ خدمت حدیث کے سلسلہ میں ایک بڑا کارنامہ ہے اور حق تعالیٰ مؤلف مرحوم کی روح کو اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے انھوں نے اتنا بڑا کام جو اپنی تکمیل و ترتیب کے لئے حکومت کے خزانوں۔ اور بڑے بڑے اداروں کی پشت پناہی کا محتاج تھا اپنی مالی کم مائگی کے باوجود مکمل کر دکھایا۔ مؤلف مرحوم کو حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے درس حدیث سے طویل استفادہ کا موقع ملا تھا اس کتاب کو حضرت شاہ صاحب مرحوم کی مباحث علمیہ اور فوائد و دقائق کا ایک بہترین مجموعہ سمجھنا چاہیئے۔

## "اسلام کا نظام مساجد" :-

از مولانا محمد ظفیر الدین صاحب بہاری، سائز ۲۰×۲۶/۸ ضخامت ۲۴۴ صفحات، کتابت و طباعت اور کاغذ معیاری شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

"ندوۃ المصنفین" ہمارے ملک کا مشہور تصنیفی اور علمی ادارہ ہے جس نے اپنی زندگی کی تھوڑی سی مدت میں

"قصص القرآن" اخلاق وفلسفۂ اخلاق، ترجمان السنۃ، اسلام میں غلامی کی حقیقت، فہم قرآن، اسلام کا اقتصادی نظام، مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، جیسی قیمتی کتابوں کی اشاعت سے امت کا دامن علم وتحقیق کے گوہر آبدار اور درشہوار سے بھر دیا ہے ندوۃ المصنفین کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ دیوبندی علوم وتحقیقات کو اس نے موجودہ دور کی زبان وبیان میں طباعت وکتابت کے ایک اعلیٰ معیار پر پیش کیا ہے۔ اور گویا اس نے اس دور میں دیوبند کی طرف سے تصنیف وتالیف کا فرض ادا کر دیا ہے زیر نظر کتاب بھی ندوۃ المصنفین کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ اور بلاشبہ ندوہ کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کا پایہ بھی بلند ہے ہم نے اردو زبان میں نظام مساجد پر اتنی مہذب ومزین کتاب اب تک نہیں دیکھی۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف نے محض تائید غیبی سے اس موضوع کے سارے پہلوؤں کا اس طرح احاطہ کیا ہے کہ مسجد کا حقیقی مقام، اس کے آداب وقواعد اس کی سیاسی اور دینی حیثیت نماز باجماعت کی فضیلت وحکمت، فریضۂ نماز کے بہت سے مسائل، وقف وتولیت کے احکام، اذان، اقامت۔ اور امامت کی شرائط یہ سب مضامین بڑی تحقیق وخوبصورتی کے ساتھ سامنے آگئے ہیں۔ کتاب کا مطالعہ اپنے پڑھنے والے کے دل میں نہ صرف نماز کی اہمیت، اور مسجد کے ادب واحترام کا ایک گہرا جذبہ قائم کرتا ہے بلکہ دور اول میں مسجد کو مسلمانو کی دینوی اور دنیاوی ضرورتوں، ان کے قومی اجتماعات، اور ان کے اتحاد واجتماعیت کے مرکز کا جو ایک مضبوط نظام قائم تھا یہ سب حقائق کھلتے چلے جاتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ اردو میں اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو اتنی جامعیت اور قابلیت کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔ اور اہل ذوق کو ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ مصنف کی رفتار قلم بتاتی ہے کہ جتنا کچھ وہ لکھ چکے اس سے کارمغاں اپنی حد پر آکر نہیں رک گیا ہے بلکہ بہت سی "بادہ ناکشیدہ و ناخوردہ" ابھی رگ تاک میں محفوظ ہے اس لئے اہل ذوق کو ان کی مزید تصانیف کا بھی انتظار کرنا چاہئے۔

## رسالہ معیار ادب:۔

نگران:۔ مولانا محوی صدیقی، مدیر، حامد صدیقی بی اے سالانہ چندہ ۴ روپے، کتابی سائز ۶۶ صفحات، کتابت وطباعت متوسط، خط وکتابت کا پتہ، دفتر رسالہ معیار ادب، جمیل آباد میلوشارم، ضلع شمالی آرکاٹ، جنوبی ہند

مولانا محوی صدیقی، اردو زبان کے ایک پرانے خادم اور شعر وادب کے مسلم الثبوت استاذ، ایک خوش گفتار شاعر اور وسیع النظر ناقد ہیں۔ جنوبی ہند میں آج اردو وشعر وادب کی جو محفلیں آباد ہیں وہ سب مولانا کے فیضان توجہ کا پرتو ہیں، مولانا کی اصلاح وتربیت نے ہندوستان کے اس دور افتادہ صوبہ میں نظم ونثر پر یکساں قدرت رکھنے والے بہت سے نوجوان اور علم وتحقیق کے دریاؤں میں غواصی کرنے والے بہت سے اہل علم پیدا کر دیئے ہیں۔ رسالہ "معیار" مولانا محوی کے وسیع تجربہ۔ اور پختہ استعداد کا ایک شاہکار ہے یہ ایک علمی، تحقیقی، تاریخی۔ اور ادبی رسالہ ہے جس کے سب مضامین اپنی افادیت ونوعیت میں بلاشبہ پڑھنے والوں کے لئے فائدہ مند ہیں پہلے پرچہ میں "آغاز کار" کے عنوان سے مولانا ابوالجلال ندوی نے بڑی بالغ نظری کے ساتھ اردو زبان کی موجودہ ضرورتوں کا جائزہ لیا ہے، اسی پرچہ میں خود مولانا محوی کا ایک مضمون "اردو کے مذہبی نوادر" ہے جس میں آپ نے اب سے پچاس سال پہلے کی ایسی مذہبی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو اب زمانہ کی ناقدری سے نایاب یا کمیاب ہوتی جا رہی ہیں بہت خوب ہے، ضرورت ہے کہ محوی صاحب اس سلسلہ کو مکمل فرما دیں۔ یہ ایک بڑی خدمت ہوگی، اور مذہبیات کا جو ذخیرہ تبدیلی مذاق کی بنا پر یکسر معدوم ہوتا جا رہا ہے موجودہ فضا میں اس کی ایک

اچھی یادگار قائم ہوسکے گی۔

دوسرے پرچہ میں محوی صاحب کی نظم "زوال مغرب" بڑی شگفتہ۔ اور استادانہ نظم ہے۔ شبیر احمد القاری ایم اے نے صدر عبدالرحیم سکارنو کے ایک مضمون "ریاست انڈونیشیا کے بنیادی فلسفیانہ اصول" کا ترجمہ۔ بڑی قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔ پورا مضمون اس قدر رواں، بے عیب اور بے جھول ہے کہ اس پر ترجمہ کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ مولانا ابوالجلال ندوی نے جنوبی ہند کے ایک نامور شاعر "لطیف آرکاٹی" کے حالات زندگی۔ اور سرمایۂ کلام اپنی تحقیقات پر پیش فرمائی ہیں، اور جن لوگوں نے معارف وغیرہ علمی مجلات میں مولانا ابوالجلال ندوی کے فاضلانہ مقالات پڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ابوالجلال اگرچہ اتنے مشہور نہیں مگر ان کے مبصرانہ نظر اور تحقیقی کارناموں کا درجہ عصر حاضر کے نامور محققین سے کم نہیں۔ "شعر اور لوازم شعر" قاضی معراج دھولپوری کا ایک اچھا مضمون ہے مبتدیوں کے لئے اس کا مطالعہ خاص طور پر مفید ہوسکتا ہے۔ "اصلاحات محوی" جس کا سلسلہ شائد آئندہ بھی جاری رہے گا ایک فنی چیز ہے۔ اور شعر و ادب کے طلبا کے لئے ایک کامل استاد کی حیثیت رکھتا ہے،

غرض پورے رسالہ میں سنجیدہ، مفید۔ اور اچھے مضامین کچھ ایسی سلیقہ مندی۔ اور ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں کہ رسالہ رسالہ نہیں بلکہ ایک صحن چمن۔ اور وادی گل بدامن نظر آتا ہے۔ جہاں قدم قدم پر غنچہ و لالہ کی مسکراہٹیں، سرو و سمن کی شادابیاں، گل نو دمیدہ کی رعنائیاں، قوس و قزح کی رنگ آرائیاں۔ اور نسیم بہار کی شوخیاں چھیڑ چھاڑ کرتی نظر آتی ہیں۔

## مضمون نگاری :-

مصنف جناب اخلاق صاحب دہلوی، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۲۰۲ صفحات، کتابت و طباعت۔ اور کاغذ بہتر، قیمت مجلد ہے، ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، اردو بازار دہلی۔

یہ ایک تعلیمی طرز کی کتاب ہے جو اسکولوں کے طلبہ۔ اور مضمون نگاری کے فن سے ناواقف دوسرے لوگوں کے لئے بھی کارآمد ہوسکتی ہے۔ مصنف نے کافی شرح و بسط کے ساتھ اس فن کی تمام ضروریات کو بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں علم ادب و معانی کے بہت سے مضامین کتاب میں آگئے ہیں، صفحہ ۹۱ تک مضمون نگاری کے قواعد و شرائط اور مختلف طرز کے مضامین لکھنے کی ہدایات درج ہیں۔ اور اس کے بعد تمثیلی مضامین ہیں جن میں ایک صدی پہلے کے انشاپرداز مولوی امام بخش صہبائی کا تذکرہ، "عرب سرائے دہلی" اور "دہلی کالج" یہ تینوں مضامین تحقیقی۔ اور تاریخی ہیں یہ مضامین اس قابل ہیں کہ انہیں تاریخی حیثیت سے رسائل میں بھی چھپنا چاہیئے۔ آخری مضمون دہلی کالج میں جہاں اس کالج کے شاگردوں کے نام گنوائے گئے ہیں وہاں مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (رحمہم اللہ) کا ذکر نہیں کیا گیا حالانکہ ان دونوں حضرات نے بھی دہلی کالج میں پڑھا ہے۔ اور کالج کے صدر مدرس مولانا مملوک علی صاحب، ان دونوں کے استاذ اور ان کے قریبی رشتہ دار تھے، کتاب کا انداز بیان اکثر جگہ انشاپردازانہ۔ اور شاعرانہ ہوگیا ہے، ایک تعلیمی کتاب کو طلبہ کے ذہن سے قریب تر رکھنے کے لئے سادہ زبان میں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے باوجود کتاب مفید اور مبتدیان فن کے لئے کارآمد ہے۔

## ہندوستانی سوشلزم :-

از سید اصغر علی عابدی، ۸۴ صفحات، سائز ۲۰×۳۰/۱۶، قیمت ۸/، ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ فکر نو ۱۳۵ شاہ گنج الہ آباد۔

یہ جماعت اسلامی کے ایک جوان سال اہل قلم کا ایک

مضمون ہے جسے انتخابی مقاصد کے ماتحت کتابی شکل میں چھاپا گیا ہے۔ مصنف نے ہندوستانی سوشلزم پر اتنے زبردست اعتراضات کئے ہیں کہ ان کی اس تصنیف کے بعد ہمارے ملک میں سوشلسٹ تحریک کا باقی رہنا محال ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ جے پرکاش نرائن۔ اور رام منوہر لوہیا ان سارے سوشلسٹ لیڈروں کے دھوئیں اڑ جائیں گے۔ بقول ظفر علی خاں ؎

جب اچھالوں گا تو دونوں کے دھوئیں اڑ جائینگے
میری جھولی میں ترنج جادوئے بنگالہ ہے

مصنف نے اپنی ادارت وانشا پردازی کے شیش محل سے سوشلسٹ تحریک پر اتنے پتھر پھینکے ہیں کہ بیچارے سوشلسٹوں کی حالت ناگفتنی ہو گئی ہے۔

جماعت اسلامی کا لٹریچر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے دینی عقائد ہی میں الجھاؤ نہیں بلکہ ان کی سیاسی تحریریں بھی تخریب: انکار، توڑ پھوڑ۔ اور صحیح عمل کی نفرت سے بھری پڑی ہیں گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک جماعت اسلامی کا ذہن زندگی کے منفی پہلو کے سوا کسی اور پہلو کو نہ قبول کر سکتا ہے، نہ کسی دوسرے پہلو جائز سمجھتا ہے اور نہ کسی اور پہلو کا کسی درجہ میں ساتھ دے سکتا ہے انھیں دنیا بھر کی تحریکوں میں عیب نظر آتے ہیں، ہر جماعت ان کی بارگاہ میں مطعون ہے، ہر انجمن ان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ اور اپنے سوا ہر نظریہ۔ اور ہر فلسفہ کو یہ غلط سمجھتے ہیں۔ اور اگر لوگ حقائق کے پیش نظر اہل نظر کو ان کے کردار میں "خارجیت" کی بو آتی ہے تو کیا برا ہے؟

ہمارے نزدیک سیاسیات میں جماعت اسلامی کی یہ روش مسلمانوں کی موجودہ زندگی کے لئے انتہائی مضر ہے۔ ہمیں انتخاب میں حصہ لینے والی مختلف جماعتوں کے اجزاء ترکیبی کی ضرور تحقیق کرنی چاہئے۔ اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کونسی جماعت ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ اور کونسی نہیں، لیکن محض جوانی کی ناسمجھی سے ان جماعتوں پر ایسے دلخراش لہجہ میں نکتہ چینی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہمارا مقصد اس موقعہ پر سوشلسٹ کی حمایت ہے نہ مخالفت البتہ ہماری سمجھی سمجھی ہوئی رائے ہے کہ مسلمانوں کے لئے بحالات موجودہ جمعیۃ العلماء کے سیاسی موقف پر قائم رہنا ضروری ہے اور عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ وہ دوسری جماعتوں سے براہ راست کوئی تصادم۔ اور ٹکراؤ پیدا نہ کریں۔ جماعت اسلامی کی یہ کتب نویسی۔ اور کتب فروشی علمی دنیا میں مسلمانوں کے کیا کام آسکتی ہے؟

## خطبات موعظت!

از مولانا ابو النامر عبیدی، ضخامت ۲۰۳ صفحات، سائز ۱۸×۲۲، کتابت، طباعت۔ اور کاغذ معمولی قیمت عہ/، ناشر:۔ کتاب گھر، بلے مسجد گراس بنگلور ۱۔

مصنف کو جامع مسجد بنگلور میں خطابت وامامت کا موقعہ ملا تو آپ نے جمعہ کی نماز اور خطبہ سے پہلے اپنے وعظ میں احکام ومسائل شرعیہ۔ اور مسلمانوں کی موجودہ ضروریات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بہت سے مضامین بیان کئے اور اب ان سب کو کتابی شکل میں چھاپ دیا ہے۔ شروع میں ایک خاصہ طویل مقدمہ ہے جس میں ائمہ ومتولیان مساجد کو عربی میں خطبہ رائج کی ترغیب دی گئی ہے اسی مقدمہ میں اردو زبان میں خطبہ پڑھنے کے متعلق مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ "الاعجوبہ" بھی شامل ہے جس میں اس موضوع پر کافی جامعیت سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف کا مشورہ ہے کہ خطبہ کی اذان سے پہلے موجودہ ضروریات کے متعلق ہر خطیب کو مختصر سا بیان کرنا چاہئے۔ اور اس کے لئے انھوں نے چند روایات۔ اور اعمال سلف سے ثبوت بھی فراہم کیا ہے۔ پھر ہر مہینے کے لئے پانچ خطبے ہیں۔ ہر ایک دو خطبہ سے

(بقیہ صفحہ ۲۲ کالم ۲)

# کوائف دارالعلوم

## (صفحہ کا بقیہ مضمون)

(۲) دارالعلوم کے اساتذہ، اور ملازمین کے مجوزہ گریڈ پر بھی موجودہ حالات کے پیش نظر نظرثانی کی گئی۔ کافی غور و خوض کے بعد گریڈ کی دوسری اسکیل مرتب ہو کر منظور ہوئی۔

(۳) حج فرض کے لئے جانے والے ملازمین دارالعلوم کے حق میں ایک یہ رعایت منظور ہوئی کہ انھیں دارالعلوم نصف یا سے زیادہ ڈھائی ماہ رخصت حج نصف تنخواہ پر دے گا۔

(۴) اساتذہ عربی کے تینوں طبقات، اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ میں عدد متعین کر دیئے گئے اب مع صدر المدرسین کے طبقہ اعلیٰ میں پانچ مدرس سے زیادہ نہ ہوں گے۔ طبقہ وسطیٰ میں سات، اور طبقہ ادنیٰ میں آٹھ رہیں گے۔ گویا عربی میں کل ۲۰، اساتذہ رہیں گے۔

(۵) مولانا محمد حسین صاحب بہاری کو یکم ربیع الاول ۱۳۷۱ھ سے طبقہ وسطیٰ میں لے لیا گیا۔

### "معزز مہمانوں کی آمد"

۲؍ ربیع الاول کو ملک کے مشہور صحافی، اور اہل قلم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مدیر الثقافۃ الہندیہ مرکزی حکومت دہلی، مولانا قاضی سجاد حسین صاحب، حکیم عبدالحمید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ دہلی کے فرزند، اور ہمدرد دواخانہ کے جنرل منیجر وغیرہ دارالعلوم کے معائنہ کے لئے موٹر میں دہلی سے تشریف لائے ایک شب ان سب حضرات نے دارالعلوم میں قیام فرمایا۔ اور تمام کاروبار کا معائنہ کیا۔ اسی دن اچاریہ ونوبا بھاوے جو گاندھی جی کے مشہور چیلے ہیں اپنی پارٹی سمیت تھوڑی دیر کے لئے دارالعلوم میں آئے، اچاریہ جی یوپی کے دورہ کے سلسلہ میں دیوبند آئے تھے اپنے مختصر سے قیام میں آپ نے دارالعلوم دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اور مغرب کے بعد دارالعلوم میں آ گئے۔ مولانا محمد حبیب صاحب مدرس مدرسہ مظہر العلوم کانپور بھی اس دوران میں یہاں تشریف لائے تھے

### حضرت مہتمم صاحب کے سفر۔

سفر حجاز کے بعد اطراف ملک سے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کو تبلیغی جلسوں، اور قومی تقریبات میں شرکت کے لئے بہت سی دعوتیں آئیں مگر دارالعلوم کے روزمرہ کے مشاغل سے ان سب دعوتوں کو منظور نہیں کیا جا سکا البتہ میرٹھ کے حضرات کی دعوت پر حضرت ممدوح مجلس شوریٰ کے اجلاس سے پہلے تین جمعرات کو میرٹھ تشریف لے گئے۔ اور پھر مجلس سے فراغت کے بعد جلال آباد (تھانہ بھون) اور شاملی کے اسلامی مدرسوں کے جلسوں میں آپ نے شرکت فرمائی۔ ۱۱؍ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کو سنبھل، کانپور سیرت کے جلسوں میں شرکت کے لئے تشریف لے جانا ہوا۔

رنگون (برما) کے مسلمان عرصہ دراز سے حضرت مہتمم صاحب کی تشریف آوری کے مشتاق ہیں۔ اسلئے پھر ان حضرات نے پر زور دعوت دی ہے، حضرت مہتمم صاحب نے پاسپورٹ کے لئے حکومت ضلع، اور صوبہ میں کاغذات داخل کر دیئے ہیں یہ مرحلہ اگر طے ہو گیا تو انشاء اللہ چند ہفتہ کے لئے رنگون بھی جانا ہوگا۔

## "لکیریں" پر ایک تبصرہ

غالب نے ہاتھ کی لکیروں کو "رگ جاں" کہا تھا۔ نازش کے کلام پر بھی رگِ جاں کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بھی "رگ جاں" کی طرح جذبہ ہے، تڑپ ہے اور سوز ہے جس سے زندگی عبارت ہے۔ اس میں شدید داخلیت ہے اسوجہ سے انفرادیت جھلکتی ہے۔ غزل ہماری شاعری کا لاکھ پامال موضوع سہی لیکن جبتک جذبات کے پتوار زندگی کی ناؤ کھیتے رہینگے اُسوقت تک غزل کے سرچشمے سوتے خشک نہیں ہونے پائینگے۔ اس لحاظ سے نازش کے خونِ جگر کی آفریدہ کتاب بھی ادب میں اپنا مخصوص مقام رکھیگی۔ ان کی شاعری میں غنائیت ہے اور سوز ہے جو غزل کی اہم خصوصیات ہیں۔ "ستارے" کے تحت ڈالی غزلوں میں سوز و گداز، درد و نغمہ ہے "شرارے" کے تحت زیادہ تر ایسا کلام ہے جو فکر انگیز ہے۔ اور رفتارِ زمانہ کے گہرے مطالعے کے بعد انسانی تصورات کا جائزہ لیا ہے مجموعی۔

(مس، لکچرار کلیہ اناث حیدرآباد یونیورسٹی)

## پانچ رسالوں کا ایک اور اعلان

صفر کے رسالہ میں ہم نے ۲۶ رسالوں کیلئے جو اعلان کیا تھا اُسکے متعلق ہمیں بہت سی درخواستیں موصول ہوئیں۔ اور ہم نے ۲۶ رسالے طلبہ کے نام جاری کردئیے اس سلسلہ کی بہت سی درخواستیں غیر منظور شدہ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ آئندہ کوئی بڑی رقم ہمیں امدادی طور پر حاصل ہوئی تو ہم ان درخواستوں پر توجہ کرینگے۔ سردست جناب محمد علی صاحب کیلیفورنیا (امریکہ) کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ عربی مدارس کے ۵ نادار طلبہ اجرائے رسالہ کے لئے اپنی درخواستیں اپنے مدرسہ کے مہتمم یا صدر مدرس کی تصدیق کے ساتھ ۱۵ فروری تک ہمیں بھیجدیں۔ محمد علی صاحب نے ۲۰ روپے دفتر رسالہ کو بھیجے ہیں۔ اس رقم سے ان ۵ طلبہ کے نام رسالے جاری کردئے جائینگے۔ ایک مدرسہ سے متعدد درخواستیں نہ آنی چاہئیں۔

(ناظم رسالہ)

ضمیمہ رسالہ دار العلوم دیوبند بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۱ھ

# فہرست چندہ دہندگان دار العلوم دیوبند

(بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۷۰ھ)

| نمبر شمار | رسید نمبر | نام معطی بدصرف طلبہ (بقیہ) ماہ شوال سنہ ۱۳۷۱ھ | رقم چندہ |
|---|---|---|---|
| ۶۹۲ | ۱۱/۶۰ | مسلمانان موضع ڈھانسری معرفت مولوی نیاز علی صاحب ڈھانسری مظفر نگر۔ | معـہ/ |
| ۶۹۳ | ۳۱/۶۰ | محمد ادریس صاحب باڑی معرفت فہیم منوہر کمپنی آگرہ۔ | ما/ |
| ۶۹۴ | ۳۲/۶۰ | ایچ رونق علی صاحب کٹھور سورت | مـصہ/ |
| ۶۹۵ | ۳۳/۶۰ | اہالیان موضع تیوڑہ مرسلہ حکیم محمد اسحٰق صاحب تیوڑہ مظفر نگر۔ | للعـہ/ |
| ۶۹۶ | ۳۴/۶۰ | سید عشرت علی صاحب نیندڑو بجنور | عمـہ/ |
| ۶۹۷ | ۳۵/۶۰ | نذیر احمد سخاوت حسن صاحبان وغیرہم سلیم پور مراد آباد۔ | عـہ/ ۱۲ |
| ۶۹۸ | ۳۶/۶۰ | محمد صابر اسمٰعیل صاحب بھیڑی تھانہ | دعـہ/ |
| ۶۹۹ | ۳۷/۶۰ | محمد حسین صاحب نیندڑو بجنور۔ | دعـہ/ |
| ۷۰۰ | ۳۸/۶۰ | جمیل احمد صاحب شاہ گنج جونپور | للعـہ/ |
| ۷۰۱ | ۳۹/۶۰ | مولوی جواد حسین صاحب منڈاولی ضلع بجنور۔ | معہ/ |
| ۷۰۲ | ۴۰/۶۰ | عنایت اللہ صاحب موضع سادات ضلع غازی پور۔ | سے/ |
| ۷۰۳ | ۴۱/۶۰ | محمد صغیر صاحب محمد آباد اعظم گڑھ۔ | للعہ/ |
| ۷۰۴ | ۴۲/۶۰ | عبد الشکور پارہ ڈیہہ کلاں شاہ آباد | عہ/ |
| ۷۰۵ | ۴۴/۶۰ | مولانا محمد مصلح صاحب کشن گنج پورنیہ | معـہ/ |
| ۷۰۶ | ۴۵/۶۰ | " " | صہ/ |
| ۷۰۷ | ۴۶/۶۰ | منشی خیر محمد صاحب معرفت مولانا محمد مصلح صاحب کشن گنج پورنیہ۔ | عـہ/ |
| ۷۰۸ | ۱۲/۶۱ | محمد اسمٰعیل صاحب کھیوڑہ جہلم | سـہ/ |
| ۷۰۹ | ۴۱/۶۱ | الٰہی بخش صاحب مرسلہ عبد اللہ داد بخش احمد آباد۔ | سے/ |
| ۷۱۰ | ۴۲/۶۱ | علیم الدین صاحب " احمد آباد | عہ/ |
| ۷۱۱ | ۴۳/۶۱ | ملا نذیر الدین صاحب " " | عہ/ |
| ۷۱۲ | ۴۴/۶۱ | عبد الواحد صاحب " " | عہ/ |
| ۷۱۳ | ۴۵/۶۱ | عبد الکریم صاحب " " | عہ/ |
| ۷۱۴ | ۴۶/۶۱ | عبد الحفیظ صاحب " " | عہ/ |
| ۷۱۵ | ۴۸/۶۱ | عبد اللہ صاحب بلند شہری | سے/ |
| ۷۱۶ | ۴۹/۶۱ | بشیر احمد صاحب " | صہ/ |
| ۷۱۷ | ۵۱/۶۱ | عبد المجید صاحب " | عا/ |
| ۷۱۸ | ۱/۶۲ | ولی محمد دوست محمد صاحبان سیر نگر مالوہ | صہ/ |
| ۷۱۹ | ۔ | قیمت گتہ کہنہ از اقبال احمد دیوبندی | عـہ/ ۱۴ |
| ۷۲۰ | ۔ | قیمت نقشہ دار العلوم وغیرہ از اللہ رکھا | ۲/ |
| ۷۲۱ | ۲۴/۶۲ | محمد عبد اللہ صاحب سکندر پور مظفر نگر | للعـہ/ ۱۰ |
| ۷۲۲ | ۲۵/۶۲ | منشی حکیم الدین صاحب پوٹھہ بجنور | للعـہ/ |
| ۷۲۳ | ۲۶/۶۲ | محمد ابراہیم صاحب معصوم پور مراد آباد | للعـہ/ ۵ |
| ۷۲۴ | ۲۷/۶۲ | علی کریم صاحب جعفری مچھلی شہر جونپور | عا/ |
| ۷۲۵ | ۲۸/۶۲ | والی کریم سادات صاحب بھیونیلا۔ پی سی افریقہ۔ | معـہ/ ۴ |
| ۷۲۶ | ۲۸/۶۲ | محمد امین حاجی کلو صاحب اعظم پور الہ آباد | صہ/ |
| ۷۲۷ | ۲۹/۶۲ | عبد الحمید صاحب خزانچی کونڈیل بلیا | دعـہ/ |
| ۷۲۸ | ۵۰/۶۲ | محمد یاسین محمد حسن صاحبان وغیرہ۔ موضع چانچک سہارنپور۔ | معہ/ ۵ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷۲۹ | ۱/۶۳ | چودھری نفیس علی صاحب۔ کھتری۔ مظفرنگر | صہ/ |
| ۷۳۰ | ۳/۶۳ | محمد الیاس صاحب ٹاٹ والے۔ دہلی | عـہ/ |
| ۷۳۱ | ۶/۶۳ | مولوی عبدالسلام صاحب۔ پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ۔ | عـہ/ |
| ۷۳۲ | ۱۹/۶۳ | حاجی حسین بخش صاحب معرفت مولانا بشیر احمد صاحب کرتپوری۔ | [illegible] |
| ۷۳۳ | ۲۰/۶۳ | حافظ عبدالغفور صاحب " " | صہ/ |
| ۷۳۴ | ۲۱/۶۳ | سیٹھ حفیظ الدین صاحب عرف کالو " | صہ/ |
| ۷۳۵ | ۲۲/۶۳ | حافظ عبدالسلام صاحب " | ؏/ |
| ۷۳۶ | ۲۳/۶۳ | حافظ محمد حنیف صاحب " | سے/ |
| ۷۳۷ | ۲۴/۶۳ | حاجی بابو علاء الدین صاحب " | صہ/ |
| ۷۳۸ | ۲۵/۶۳ | منو صاحب نداف " | عہ/ |
| ۷۳۹ | ۲۶/۶۳ | محمد ابراہیم صاحب موضع دودھلی " | ما/ |
| ۷۴۰ | ۲۷/۶۳ | عبدالرشید عبدالمجید خانصاحب " | [illegible] |
| ۷۴۱ | ۲۸/۶۳ | محمد عمر صاحب " | [illegible] |
| ۷۴۲ | ۲۹/۶۳ | ملا شبراتی صاحب " | [illegible] |
| ۷۴۳ | ۳۰/۶۳ | طفیل احمد صاحب " | عہ/ |
| ۷۴۴ | ۲۳/۶۴ | مسماۃ خدیجہ صاحبہ معرفت عبدالقادر قاضی امین صاحب بمبئی ۳ | [illegible] |
| ۷۴۵ | ۲۴/۶۴ | مسلمانان خوشحال گنج مرسلہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب لکھنؤ۔ | [illegible] |
| ۷۴۶ | ۲/۶۴ | غفوراً قابلہ معرفت منشی محمد یٰسین صاحب دھامپور۔ بجنور۔ | ؏/ |
| ۷۴۷ | ۳/۶۴ | محمد یٰسین صاحب " " | للعہ/ ۱۱/ |
| ۷۴۸ | ۴/۶۴ | ستری محمد یوسف صاحب " | عہ/ |
| ۷۴۹ | ۵/۶۴ | عبدالرزاق ملا رحمت اللہ صاحبان " | عہ/ |
| ۷۵۰ | ۶/۶۴ | محمد اسمٰعیل صاحب حجام " | عہ/ |
| ۷۵۱ | ۷/۶۴ | نصیب اللہ صاحب " | للعہ/ |
| ۷۵۲ | ۱۵/۶۴ | حاجی محمد اسحٰق صاحب " | [illegible] |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۷۵۳ | ۲۵/۶۴ | سید مشیت علی صاحب۔ دہلی | صہ/ |
| ۷۵۴ | ۲۶/۶۴ | حاجی محمد دین صاحب۔ کلکتہ | سے/ |
| ۷۵۵ | ۲۷/۶۴ | نذیرو صاحب آہنگر۔ رامپور کلاں۔ ضلع دہرہ دون۔ | [illegible] |
| ۷۵۶ | ۲۵/۶۴ | شیخ عبدالجبار محمد یحییٰ صاحبان بڑاگاؤں ضلع بلیا۔ | [illegible] |
| ۷۵۷ | ۳۰/۶۴ | عاشق علی صاحب۔ مسوری ضلع میرٹھ | عہ/ |
| ۷۵۸ | ۰ | مولوی زاہد حسن صاحب سفیر تنظیم | [illegible] |
| ۷۵۹ | ۴۱/۶۴ | ایم ای ماسٹر ایت صاحب ٹرسٹی مرحوم حاجی یعقوب بھائی گہر ٹرسٹ فنڈ۔ جوہانسبرگ۔ ساؤتھ افریقہ۔ | [illegible] |
| ۷۶۰ | ۱۴/۶۵ | حافظ عبدالشہید صاحب۔ دولت پور ضلع چاٹگام۔ | ۴/ |
| ۷۶۱ | ۱۵/۶۵ | طفیل احمد صاحب۔ " | ۴/ |
| ۷۶۲ | ۰ | قیمت چرم از منشی آفتاب حسین صاحب محرر اہتمام دارالعلوم دیوبند۔ | ۱۱/ |
| ۷۶۳ | ۲۴/۲۵ | ظفر حیات صاحب۔ جلالپور۔ فیض آباد | صہ/ |
| ۷۶۴ | ۳۳/۶۵ | مسلمانان گوڑلائی مال مرسلہ جناب محمد امین الدین صاحب ناصری گنج ضلع آرہ شاہ آباد۔ | سہ/ |
| ۷۶۵ | ۳۴/۶۵ | مولوی عبدالرشید صاحب ساکن ڈھنڈوارہ مرسلہ جناب مولوی جمیل احمد صاحب شاہ گنج ضلع جونپور۔ | [illegible] |
| ۷۶۶ | ۳۷/۶۵ | رسول بیگ صاحب۔ سکنہ اماہ۔ گوالیار | ۸/ |
| ۷۶۷ | ۳۸/۶۵ | منیر صاحب۔ بروائی " " | سے/ |
| ۷۶۸ | ۳۹/۶۵ | سید نیاز علی صاحب " " | صہ/ |
| ۷۶۹ | ۴۰/۶۵ | بجو خاں صاحب " " | [illegible] |
| ۷۷۰ | ۴۱/۶۵ | چھبرا شاہ صاحب " " | ۸/ |
| ۷۷۱ | ۴۲/۶۵ | صوفی خاں صاحب رنگریز " " | ۸/ |

| نمبر شمار | رسید نمبر | نام معطی | رقم چندہ |
|---|---|---|---|
| ۷۷۲ | ۴۳/۶۵ | چھوٹے خاں صاحب سکنہ اسباہ۔ گوالیار | ۸/ |
| ۷۷۳ | ۴۴/۶۵ | شہزاد خاں صاحب 〃 〃 | ۸/ |
| ۷۷۴ | ۴۶/۶۵ | منیر خاں صاحب 〃 〃 | ۸/ |
| ۷۷۵ | ۴۷/۶۵ | سید شرافت علی صاحب 〃 〃 | سے/ |
| ۷۷۶ | ۴۸/۶۵ | پان خاں صاحب 〃 〃 | عا/ ۸/ |
| ۷۷۷ | ۴۹/۶۵ | نور خاں صاحب 〃 〃 | ۸/ |
| ۷۷۸ | ۵۰/۶۵ | سید محمد ظفر علی صاحب 〃 〃 | عا/ |
| ۷۷۹ | ۵۱/۶۵ | غفور خاں صاحب 〃 〃 | عا/ ۸/ |
| ۷۸۰ | ۱۲/۶۵ | ابراہیم موسیٰ پانڈور صاحب سملک۔ سورت | عہ/ ۴/ |
| ۷۸۱ | ۱۳/۶۵ | محمد اسمٰعیل کالو صاحب 〃 | عہ/ ۱۲/ |
| ۷۸۲ | ۱۴/۶۵ | مولوی محمود احمد موتارا صاحب 〃 | عا/ |
| ۷۸۳ | ۱۵/۶۶ | حافظ یوسف ناما صاحب سملک۔ ڈابھیل | عہ/ |
| ۷۸۴ | ۱۶/۶۶ | ایک صاحب خیر 〃 | عہ/ ۴/ |
| ۷۸۵ | ۴۰/۶۶ | ابراہیم محمد سورج صاحب 〃 | عا/ |
| ۷۸۶ | ۴۱/۶۶ | محمد سلو صاحب 〃 | عہ/ |
| ۷۸۷ | ۴۲/۶۶ | اسمٰعیل نانا بھائی صاحب 〃 | عہ/ |
| ۷۸۸ | ۴/۶۷ | قاضی محمد عبدالحق صاحب۔ بیاور۔ اجمیر | صہ/ |
| ۷۸۹ | ۵/۶۷ | عبداللہ عبدالحفیظ صاحبان۔ بلند شہر | عسہ/ |
| ۷۹۰ | ۶/۶۷ | سید عبدالقدیر صاحب۔ بھیرو پور۔ اعظم گڑھ | عسہ/ |
| ۷۹۱ | ۷/۶۷ | اے کے محمود صاحب۔ پردیپنی بمبئی | مار صہ/ |
| ۷۹۲ | ۰ | مولانا نصیر احمد خاں صاحب مدرس عربی دارالعلوم دیوبند۔ | عہ/ |
| ۷۹۳ | ۰ | مولانا فخر الحسن صاحب مدرس عربی دارالعلوم دیوبند۔ | عہ/ |
| ۷۹۴ | ۰ | مولانا اعزاز علی صاحب مصارف بجلی | عا/ ۸/ |
| ۷۹۵ | ۰ | مولانا سعید احمد صاحب گنگوہی 〃 | سے/ ۲/ |
| ۷۹۶ | ۰ | مولانا معراج الحق صاحب مدرس عربی 〃 | عہ/ |
| ۷۹۷ | ۱۶/۶۷ | شاہ عزیز حسین صاحب گنگوہی مدرس فارسی۔ | ۸/ |
| ۷۹۸ | ۳۷/۶۷ | ریاض الدین صاحب سکنہ بیجا معرفت مولانا نظام الدین صاحب ہنسور۔ فیض آباد | عا/ |
| ۷۹۹ | ۳۸/۶۷ | حکیم محمد نقی صاحب 〃 〃 | لعہ/ |
| ۸۰۰ | ۳۹/۶۷ | حاجی رجب علی صاحب ہنسور فیض آباد | صہ/ |
| ۸۰۱ | ۲۸/۶۸ | نور میاں حسین میاں صاحب شیخ نوگاماں۔ سورت | سے/ ۱۲/ |

کل میزان آمدنی ماہ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ — معہ/ ۹۱۲/

| نمبر شمار | رسید نمبر | نام معطی بمد چرم قربانی ماہ شوال ۱۳۷۰ھ | رقم چندہ |
|---|---|---|---|
| ۳۳۵ | ۳/۶۷ | مسلمانان موضع تیلپور مرسلہ مولوی احمد مجید حسن صاحب قاسمی بتیا۔ چمپارن | لعہ صہ/ ۸/ |

میزان ماہ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ — لعہ صہ/ ۸/

| نمبر شمار | رسید نمبر | نام معطی بمد کتب وقفی ماہ شوال ۱۳۷۰ھ | رقم چندہ |
|---|---|---|---|
| ۲۲ | ۵۱/۵۱ | عظیم الدین صاحب انصاری میرٹھ شہر | صعہ/ |
| ۲۳ | ۰ | محمد افضال صاحب دیوبندی قیمت کتاب گم شدہ۔ | ۱۲/ |
| ۲۴ | ۰ | اقبال الٰہی صاحب دیوبندی قیمت جغرافیہ گم شدہ۔ | ۸/ |
| ۲۵ | ۰ | محبوب عالم صاحب دیوبندی قیمت علم الحساب گم شدہ۔ | ۱۲/ |
| ۲۶ | ۰ | مولوی احمد سورتی قیمت جزری گم شدہ | ۸/ |

میزان ماہ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ — معہ/ ۸/

| نمبر شمار | رسید نمبر | نام معطی بمد زکوٰۃ ماہ شوال ۱۳۷۰ھ | رقم چندہ |
|---|---|---|---|
| ۱۲۰۷ | ۴۸/۴۷ | مولانا الحاج محمد میاں صاحب جوہانسبرگ افریقہ | مار صہ/ ۱۲/ |
| ۱۲۰۸ | ۵۱/۴۷ | حافظ حاجی اے حسن صدیقی صاحب کلکتہ | ماہ/ |
| ۱۲۰۹ | ۵۲/۴۷ | حاجی گھسیٹا صاحب محلہ بھلن شاہ دیوبند | صہ/ |
| ۱۲۱۰ | ۳/۴۸ | حمید حسن صاحب۔ مراد آباد | عہ/ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۱۱ | ۷/۴۸ | محمد تسلیم صاحب۔ اٹاوہ شہر | عہ/ |
| ۱۲۱۲ | ۱۳/۴۸ | ایک صاحب خیر مرسلہ مولوی نہال حق صاحب مراد آباد | ۱۱/ |
| ۱۲۱۳ | ۱۴/۴۸ | عبدالغفار خاں صاحب۔ پرتاب گڈھ | للعہ |
| ۱۲۱۴ | ۱۵/۴۸ | اقبال اینڈ کو۔ فرخ آباد شہر | صعہ |
| ۱۲۱۵ | ۱۶/۴۸ | ماسٹر عبدالغفور صاحب۔ دہلی | صعہ |
| ۱۲۱۶ | ۱۷/۴۸ | محمد عبدالرحمن صاحب۔ بجنور | عہ/ |
| ۱۲۱۷ | ۱۸/۴۸ | حکیم جلیل الرحمن صاحب۔ مرسلہ محمد عبدالرحمن صاحب بجنور۔ | صہ/ |
| ۱۲۱۸ | ۱۹/۴۸ | حافظ ناظر الدین صاحب۔ بلیا۔ | سہ/ |
| ۱۲۱۹ | ۲۰/۴۸ | مہدی حسن صاحب۔ اورئی۔ جالون | صہ/ |
| ۱۲۲۰ | ۲۱/۴۸ | شیخ منظور الحق صاحب وغیرہم معرفت مولوی سعید احمد صاحب سہارنپور۔ | صہ/ |
| ۱۲۲۱ | ۲۲/۴۸ | اللہ بخش عبدالغنی صاحبان مرسلہ محمد یوسف صاحب۔ دہلی | صہ/ |
| ۱۲۲۲ | ۲۳/۴۸ | اہلیہ مولوی احمد علی خاں صاحب جہانگیرآباد ضلع بلند شہر | صہ/ |
| ۱۲۲۳ | ۲۴/۴۸ | حاجی کلن صاحب۔ مراد آباد | صہ/ |
| ۱۲۲۴ | ۲۵/۴۸ | حافظ محمد اسمٰعیل صاحب۔ ہلدوانی منڈی۔ نینی تال۔ | صہ/ |
| ۱۲۲۵ | ۲۶/۴۸ | حاجی علی حسین صاحب۔ بلند شہر | صہ/ |
| ۱۲۲۶ | ۲۷/۴۸ | حاجی مخدوم بخش صاحب۔ زین پور جدید سہارنپور۔ | صہ/ |
| ۱۲۲۷ | ۲۸/۴۸ | محمد حسین خاں صاحب مکھیا حسن پور مظفر نگر۔ | صہ/ |
| ۱۲۲۸ | ۲۹/۴۸ | حمید اللہ صاحب انصاری۔ سردھنہ میرٹھ | صہ/ |
| ۱۲۲۹ | ۳۰/۴۸ | منظر الٰہی صاحب۔ آگرہ | صہ/ |
| ۱۲۳۰ | ۳۱/۴۸ | ہندوستانی جیل فیکٹری۔ کانپور۔ | صہ/ |
| ۱۲۳۱ | ۳۲/۴۸ | عابد علی عزیز الدین صاحب۔ سندیلہ ضلع ہردوئی | صہ/ |
| ۱۲۳۲ | ۳۳/۴۸ | سید محمد قاسم محمد طیب صاحب رانی کھیت ضلع الموڑہ۔ | صہ/ |
| ۱۲۳۳ | ۳۴/۴۸ | حافظ عبدالرشید صاحب اینڈ سنز۔ مبارک پور۔ اعظم گڈھ | صہ/ |
| ۱۲۳۴ | ۳۵/۴۸ | شہاب الدین صاحب میرٹھ چھاؤنی | للعہ/ |
| ۱۲۳۵ | ۳۶/۴۸ | قربان علی محمود علی صاحبان۔ نانپارہ ضلع بہرائچ۔ | للعہ/ |
| ۱۲۳۶ | ۳۷/۴۸ | عبدالرشید صاحب۔ سوجڑو۔ مظفر نگر | سہ/ |
| ۱۲۳۷ | ۳۸/۴۸ | حافظ محمد سلیمان صاحب۔ مظفر نگر | سہ/ |
| ۱۲۳۸ | ۳۹/۴۸ | منشی محمد شفیع صاحب۔ کوٹ حاجی کلن صاحب۔ مراد آباد | صعہ |
| ۱۲۳۹ | ۴۰/۴۸ | کریم بخش صاحب۔ کونچ۔ جالون | صعہ |
| ۱۲۴۰ | ۴۱/۴۸ | نذیر الدین صاحب۔ کھندوڑہ۔ میرٹھ | صعہ |
| ۱۲۴۱ | ۴۲/۴۸ | سعید احمد صاحب رڑکی۔ سہارنپور | صعہ |
| ۱۲۴۲ | ۴۳/۴۸ | مولوی اعجاز احمد اسرار احمد خاں صاحب۔ مراد آباد | صعہ |
| ۱۲۴۳ | ۴۴/۴۸ | محمد یعقوب الٰہی بخش صاحبان۔ ہالپوڑی ہلدوانی۔ گڑھوال۔ | صعہ |
| ۱۲۴۴ | ۴۵/۴۸ | فتح محمد صاحب۔ زین پور جدید سہارنپور | عہ/ |
| ۱۲۴۵ | ۴۶/۴۸ | احمد بیگ صاحب۔ پوڑی۔ گڑھوال | عہ/ |
| ۱۲۴۶ | ۴۷/۴۸ | مستری محمد عمر صاحب۔ تانہ۔ مظفر نگر | عہ/ |
| ۱۲۴۷ | ۴۸/۴۸ | الحاج الحافظ جان محمد صاحب۔ بڑوت ضلع میرٹھ | عہ/ |
| ۱۲۴۸ | ۴۹/۴۸ | محمود علی صاحب۔ جملانہ ضلع میرٹھ | عہ/ |
| ۱۲۴۹ | ۱/۴۹ | احمد علی اینڈ سنز لکھنؤ۔ | عہ/ |
| ۱۲۵۰ | ۲/۴۹ | محمد یعقوب صاحب۔ سہارنپور | عہ/ |
| ۱۲۵۱ | ۳/۴۹ | مستری محمد صاحب۔ تانہ۔ مظفر نگر | عہ/ |
| ۱۲۵۲ | ۴/۴۹ | حاجی بدرالدین، صدرالدین صاحبان سردھنہ۔ ضلع میرٹھ | عہ/ |
| ۱۲۵۳ | ۵/۴۹ | حافظ زاہد حسین صاحب بانس منڈی الہ آباد | عہ/ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۵۴ | ۶/۴۹ | محمد سعید صاحب۔ کانپور کینٹ | عـه/ |
| ۱۲۵۵ | ۷/۴۹ | مولوی تاج علی صاحب۔ بڑگاؤں۔ ضلع گونڈہ | عـه/ |
| ۱۲۵۶ | ۸/۴۹ | خدیجہ بی بی صاحبہ۔ خورجہ۔ بلند شہر | عـه/ |
| ۱۲۵۷ | ۹/۴۹ | حاجی بشیر احمد صاحب کرتپوری۔ رڑکی ضلع سہارنپور۔ | عـه/ |
| ۱۲۵۸ | ۱۰/۴۹ | حاجی نصیب اللہ محمد یامین صاحب نہٹور۔ ضلع بجنور۔ | عـه/ |
| ۱۲۵۹ | ۱۱/۴۹ | منشی محمد عمر صاحب۔ دھامپور۔ بجنور | عـه/ |
| ۱۲۶۰ | ۱۲/۴۹ | طبیب حکیم الدین صاحب لاٹنگ مظفرنگر | عـه/ |
| ۱۲۶۱ | ۱۳/۴۹ | ضیاء احمد صاحب۔ نکوڑ۔ سہارنپور۔ | عـه/ |
| ۱۲۶۲ | ۱۴/۴۹ | شرف الدین صاحب انصاری۔ رامپور کٹرہ۔ ضلع بارہ بنکی۔ | ےعـه/ |
| ۱۲۶۳ | ۱۵/۴۹ | حافظ محمد نذیر صاحب۔ بہرام گھاٹ۔ ضلع بارہ بنکی۔ | ےعـه/ |
| ۱۲۶۴ | ۱۶/۴۹ | محمد حنیف صاحب۔ بلند شہر | ےعـه/ |
| ۱۲۶۵ | ۱۷/۴۹ | عبد الغفور صاحب۔ اوری۔ اعظم گڈھ | ےعـه/ |
| ۱۲۶۶ | ۱۸/۴۹ | محمد حسن صاحب۔ سنبھل۔ مراد آباد | ےعـه/ |
| ۱۲۶۷ | ۱۹/۴۹ | مرزا محمد بشیر صاحب۔ محمود پور فیض آباد | ےعے/ |
| ۱۲۶۸ | ۲۰/۴۹ | مولوی حشمت علی صاحب۔ شریف نگر ضلع مراد آباد۔ | معه/ |
| ۱۲۶۹ | ۲۱/۴۹ | حاجی عبد المجید عبد الغفور صاحبان۔ محمد اشکرو، ضلع بجنور۔ | صه/ |
| ۱۲۷۰ | ۲۲/۴۹ | انوار حسین صدیقی صاحب۔ مراد آباد | صه/ |
| ۱۲۷۱ | ۲۴/۴۹ | حاجی عبد الرحمٰن، حاجی عبد الحمید صاحب نگینہ۔ ضلع بجنور۔ | صه/ |
| ۱۲۷۲ | ۲۳/۴۹ | محمد نور صاحب پوسٹ مین پنشنر دہلی | صه/ |
| ۱۲۷۳ | ۲۵/۴۹ | محمد محبوب صاحب۔ سہارنپور | صه/ |
| ۱۲۷۴ | ۲۶/۴۹ | چھارو صاحب۔ کوتھا۔ گورکھپور۔ | عـه/ |
| ۱۲۷۵ | ۲۷/۴۹ | شیخ عبد الرزاق اللہ نواز صاحب فیض آباد | صه/ |
| ۱۲۷۶ | ۲۸/۴۹ | ایچ اے انصاری۔ سادات گنج بارہ بنکی | صه/ |
| ۱۲۷۷ | ۲۹/۴۹ | اختر حسن صاحب ایم اے نینی تال | صه/ |
| ۱۲۷۸ | ۳۰/۴۹ | حافظ حاجی علیم الدین صاحب ناگل کھیڑہ ضلع سہارنپور۔ | عاه/ |
| ۱۲۷۹ | ۳۱/۴۹ | حافظ محمد یامین صاحب۔ مظفرنگر۔ | ماا/ |
| ۱۲۸۰ | ۳۲/۴۹ | سید وحید الدین صاحب۔ دیوبند | ۱۲ا/ |
| ۱۲۸۱ | ۳۳/۴۹ | حاجی محمد یامین صاحب۔ کھاتہ کھیڑی ضلع سہارنپور۔ | للعه/ |
| ۱۲۸۲ | ۳۵/۴۹ | محمود حسن صاحب۔ دہرہ دون | ےعـه/ |
| ۱۲۸۳ | ۳۶/۴۹ | حافظ شفیق احمد صاحب۔ سہارنپور | عـه/ |
| ۱۲۸۴ | ۲/۵۰ | حاجی عبد الکریم صاحب۔ ڈھاکہ | بیا/ |
| ۱۲۸۵ | ۳/۵۰ | ڈاکٹر سید ابو محمد صاحب۔ بہار شریف | مارعـه/ |
| ۱۲۸۶ | ۴/۵۰ | محمد بشیر احمد تسلیم احمد صاحبان نجیب آباد | مارصه/ |
| ۱۲۸۷ | ۶/۵۰ | عنایت اللہ صاحب۔ زیدپور۔ بارہ بنکی | معه/ |
| ۱۲۸۸ | ۵/۵۰ | عبد الحی صاحب معرفت عنایت اللہ صاحب۔ زیدپور۔ بارہ بنکی | عـه/ |
| ۱۲۸۹ | ۷/۵۰ | عبد القدوس، عبد القیوم صاحبان زیدپور | عـه/ |
| ۱۲۹۰ | ۸/۵۰ | سراج احمد صاحب مرسلہ عنایت اللہ صاحب بارہ بنکی۔ | للعه/ |
| ۱۲۹۱ | ۹/۵۰ | منشی سعد اللہ صاحب ماسٹر۔ مونگیر | مارللعه/ ۱۴ا/ |
| ۱۲۹۲ | ۱۰/۵۰ | الٰہی بخش رحیم بخش صاحب پینتے پور ضلع سیتاپور۔ | ما/ |
| ۱۲۹۳ | ۱۱/۵۰ | شیخ نیاز احمد صاحب۔ اناؤ شہر | ما/ |
| ۱۲۹۴ | ۱۲/۵۰ | محمد علی خاں صاحب۔ چندیانہ بلند شہر | ما/ |
| ۱۲۹۵ | ۱۳/۵۰ | حکیم محمد ایوب صاحب انصاری بمبئی ۸ | ما/ |
| ۱۲۹۶ | ۱۴/۵۰ | ڈاکٹر محی الدین اختر۔ مونگیر | ما/ |
| ۱۲۹۷ | ۱۵/۵۰ | محمد سردار خاں بھورے خاں صاحبان فیروز آباد۔ ضلع آگرہ۔ | ما/ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۹۸ | ۱۶/۵۰ | محمد احمد صاحب۔ آسنسول۔ بردوان | مہ/ |
| ۱۲۹۹ | ۱۷/۵۰ | امین الدین صاحب اینڈ سنز۔ گیا | مہ/ |
| ۱۳۰۰ | ۱۸/۵۰ | ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب۔ شہرت گڈھ بستی | مہ/ |
| ۱۳۰۱ | ۱۹/۵۰ | محمد یوسف صاحب۔ فرخ آباد شہر | معصہ/ |
| ۱۳۰۲ | ۲۰/۵۰ | شیخ علی حسین صاحب۔ ہلدوانی نینی تال | صہ/ |
| ۱۳۰۳ | ۲۱/۵۰ | محمد حسن صاحب مرسلہ شیخ علی حسین | عصہ/ |
| ۱۳۰۴ | ۲۲/۵۰ | محمد سلیمان صاحب اکبر پور۔ پٹنہ | مصہ/ |
| ۱۳۰۵ | ۲۳/۵۰ | حاجی عبد المجید صاحب۔ کھتولی۔ مظفر نگر | سہ/ |
| ۱۳۰۶ | ۲۴/۵۰ | عبد الخالق صاحب۔ کندھی پور بارہ بنکی | صہ/ |
| ۱۳۰۷ | ۲۵/۵۰ | حاجی عبد المجید صاحب۔ غالب پور۔ مظفر نگر | دعصہ/ |
| ۱۳۰۸ | ۲۶/۵۰ | محمد امین صاحب حلوائی۔ گیا۔ بہار | صہ/ |
| ۱۳۰۹ | ۲۷/۵۰ | حاجی رستم علی بشیر احمد صاحبان۔ جوالا پور ضلع سہارنپور۔ | صہ/ |
| ۱۳۱۰ | ۲۸/۵۰ | علیم اللہ محمد حسنین صاحبان راہو کھیڑی ضلع بجنور۔ | صہ/ |
| ۱۳۱۱ | ۲۹/۵۰ | منھو عبد الواحد اینڈ کمپنی۔ دھار (سی آئی) | صہ/ |
| ۱۳۱۲ | ۳۰/۵۰ | نعیم الدین صاحب بانگرمئو ضلع اناؤ | صہ/ |
| ۱۳۱۳ | ۳۱/۵۰ | محمد سعید احمد دائودی و محمد بشیر احمد صاحبان انصاری علی گڈھ۔ | صہ/ |
| ۱۳۱۴ | ۳۲/۵۰ | حکیم شریف احمد صاحب جراح احمد آباد (گجرات) | صہ/ |
| ۱۳۱۵ | ۳۳/۵۰ | سید احمد رضا صاحب ایڈوکیٹ پٹنہ | صہ/ |
| ۱۳۱۶ | ۳۴/۵۰ | والدہ صاحب زینب صاحبہ۔ قنوج | صہ/ |
| ۱۳۱۷ | ۳۵/۵۰ | حاجی عبد الصمد عبد الحق صاحبان الہ آباد ۳ | صہ/ |
| ۱۳۱۸ | ۳۶/۵۰ | عبد العزیز محمد سلیمان جنیر آباد۔ اعظم گڈھ | صہ/ |
| ۱۳۱۹ | ۳۷/۵۰ | حاجی محمد ابراہیم حکیم الدین صاحبان اسوڑہ۔ ضلع میرٹھ | صہ/ |
| ۱۳۲۰ | ۳۸/۵۰ | حاجی غلام مرتضیٰ صاحب فیض آباد شہر | صہ/ |
| ۱۳۲۱ | ۳۹/۵۰ | ایس اے جبار صاحب باڑی۔ دہلی | صہ/ |
| ۱۳۲۲ | ۴۰/۵۰ | عبد القادر صاحب انصاری۔ ڈھنیار | صہ/ |
| ۱۳۲۳ | ۴۱/۵۰ | شیخ محمد الیاس صاحب۔ رانی کھیت | صہ/ |
| ۱۳۲۴ | ۴۲/۵۰ | عبد الغفار صاحب مادنچہ گاؤں۔ ضلع فیض آباد۔ | صہ/ |
| ۱۳۲۵ | ۴۳/۵۰ | نعیم الدین حکیم الدین صاحب۔ نیاپوکھر گیا (بہار) | صہ/ |
| ۱۳۲۶ | ۴۴/۵۰ | حاجی محمد سلیمان صاحب۔ کٹھور سورت | صہ/ |
| ۱۳۲۷ | ۴۵/۵۰ | اسلام علی صاحب۔ امرم ضلع ۲۴ پرگنہ | للعصہ/ |
| ۱۳۲۸ | ۴۶/۵۰ | محمد حسن صاحب۔ دھامپور۔ بجنور | للعصہ/ |
| ۱۳۲۹ | ۴۷/۵۰ | ایم خلیل الرحمٰن صاحب۔ سدھن۔ ضلع فرخ آباد | للعصہ/ |
| ۱۳۳۰ | ۴۸/۵۰ | مولوی رفیق احمد صاحب۔ شیخوپورہ محلہ | للعصہ/ |
| ۱۳۳۱ | ۴۹/۵۰ | شرف علی خاں صاحب۔ کندھاپاڑہ ضلع کٹک۔ | صہ/ |
| ۱۳۳۲ | ۵۰/۵۰ | زوجہ رشید الدین صاحب۔ ہنسور۔ ضلع فیض آباد | صہ/ |
| ۱۳۳۳ | ۱/۵۱ | حاجی شعبان صاحب۔ بھبولے پور۔ ضلع فیض آباد۔ | عصہ/ |
| ۱۳۳۴ | ۳/۵۱ | نور محمد عبد اللہ صاحب بمبئی ۸ | دعصہ/ |
| ۱۳۳۵ | ۴/۵۱ | عبد الخالق نور محمد صاحب " | دعصہ/ |
| ۱۳۳۶ | ۵/۵۱ | عبد الخالق احمد صاحب " | صہ/ |
| ۱۳۳۷ | ۶/۵۱ | محمد مصطفیٰ خاں صاحب خورجہ بلند شہر | للعصہ/ |
| ۱۳۳۸ | ۷/۵۱ | سید غلام محی الدین صاحب۔ پالن پور ضلع گجرات۔ | سہ/ |
| ۱۳۳۹ | ۸/۵۱ | حاجی محمد بخش محمد رمضان صاحبان۔ ناگور۔ مارواڑ | سہ/ |
| ۱۳۴۰ | ۹/۵۱ | رشید احمد صاحب رڑکی۔ ضلع سہارنپور | بسہ/ |
| ۱۳۴۱ | ۱۰/۵۱ | حاجی محمود حاجی بھبودے صاحب۔ خورجہ۔ ضلع بلند شہر | سہ/ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۴۲ | ۱۱/۵۱ | محمد سلیمان صاحب کوچامن سٹی۔ مارواڑ | دعسہ |
| ۱۳۴۳ | ۱۲/۵۱ | فقیر محمد رحمت علی صاحب۔ احمد گڑھ منڈی پیپسو۔ | دعسہ |
| ۱۳۴۴ | ۱۳/۵۱ | ایس عبدالرحیم صاحب۔ تھو۔ سی آئی | سہ |
| ۱۳۴۵ | ۱۴/۵۱ | فقیر محمد رحمت علی صاحب۔ احمد گڑھ منڈی پیپسو۔ | سہ |
| ۱۳۴۶ | ۱۵/۵۱ | محمد توصیف صاحب۔ محکم پور۔ دہرہ دون | صہ |
| ۱۳۴۷ | ۱۶/۵۱ | حاجی محمد یعقوب صاحب۔ دھامپور بجنور | دعسہ |
| ۱۳۴۸ | ۱۷/۵۱ | حافظ عبدالرحمن صاحب۔ جائس ضلع رائے بریلی۔ | دعسہ |
| ۱۳۴۹ | ۱۸/۵۱ | مہربان علی صاحب۔ سکری خورد سہارنپور | دعسہ |
| ۱۳۵۰ | ۱۹/۵۱ | عبدالحق عبدالحکیم صاحب سکندرآباد ضلع بلند شہر۔ | دعسہ |
| ۱۳۵۱ | ۲۰/۵۱ | والدہ صاحبہ سید ممتاز الدین صاحب رئیس گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر | دعسہ |
| ۱۳۵۲ | ۲۱/۵۱ | حافظ نسیم الدین و مولوی عبدالرشید خاں سودا والا۔ ضلع بجنور۔ | دعسہ |
| ۱۳۵۳ | ۲۲/۵۱ | لیاقت حسین اختر حسین صاحبان۔ کرتپور۔ ضلع بجنور۔ | دعسہ |
| ۱۳۵۴ | ۲۳/۵۱ | محترمہ فاطمہ عبدالباری صاحب بمبئی ۱۱ | دعسہ |
| ۱۳۵۵ | ۲۴/۵۱ | محمد عمر صاحب نجیب آبادی۔ بلسی۔ ضلع بدایوں۔ | دعسہ |
| ۱۳۵۶ | ۲۵/۵۱ | دی عبدالقدوس صاحب۔ کزلیشرم ضلع شمالی ارکاٹ۔ | دعسہ |
| ۱۳۵۷ | ۲۶/۵۱ | منشی فیض محمد و فتح محمد خاں صاحب سردھنہ۔ ضلع میرٹھ۔ | |
| ۱۳۵۸ | ۲۷/۵۱ | ایس کے شہاب صاحب جمشید پور | دعسہ |
| ۱۳۵۹ | ۲۸/۵۱ | غلام مصطفی صاحب رانچی۔ بہار | دعسہ |
| ۱۳۶۰ | ۲۹/۵۱ | حاجی عاشق محمد صاحب۔ چھپرہ۔ بہار | دعسہ |
| ۱۳۶۱ | ۳۰/۵۱ | حاجی عین الحق صاحب۔ اعظم گڑھ | دعسہ |
| ۱۳۶۲ | ۳۱/۵۱ | منشی شیخ حسین عبدالکریم صاحب بمبئی ۱ | عسہ |
| ۱۳۶۳ | ۳۲/۵۱ | حاجی پیر محمد صاحب۔ بنگلور کینٹ | عسہ |
| ۱۳۶۴ | ۳۳/۵۱ | سید عبدالرحمن صاحب " | عسہ |
| ۱۳۶۵ | ۳۴/۵۱ | محمد لیسین صاحب جگتھ نجیب سہارنپور | عسہ |
| ۱۳۶۶ | ۳۵/۵۱ | کریم علی نظام الدین صاحب۔ فتح پور ضلع بارہ بنکی۔ | عسہ |
| ۱۳۶۷ | ۳۶/۵۱ | حبیب اللہ صاحب رانچی | عسہ |
| ۱۳۶۸ | ۳۷/۵۱ | عبدالغنی صاحب لمسیٔہ بریلی | عسہ |
| ۱۳۶۹ | ۳۸/۵۱ | نجم الدین احمد صاحب پرسا۔ غازیپور | عسہ |
| ۱۳۷۰ | ۳۹/۵۱ | محمد صدیق صاحب۔ اکبرآباد۔ بجنور | عسہ |
| ۱۳۷۱ | ۴۰/۵۱ | چودھری عظمت اللہ صاحب۔ گورکھپور | عسہ |
| ۱۳۷۲ | ۴۱/۵۱ | محمد جمال الدین صاحب رانی گنج۔ گیا | عسہ |
| ۱۳۷۳ | ۴۲/۵۱ | حمیدہ خاتون صاحبہ۔ ترکمنٹہ لکھیری لکھیمپور | عسہ |
| ۱۳۷۴ | ۴۳/۵۱ | رستم علی صاحب۔ زین پور جدید سہارنپور | عسہ |
| ۱۳۷۵ | ۴۴/۵۱ | امیر اللہ صاحب انصاری۔ ہرونگلہ۔ ضلع بجنور۔ | عسہ |
| ۱۳۷۶ | ۴۵/۵۱ | حاجی الفت حسین غنیمت حسین صاحب چمپانگر۔ بھاگلپور۔ | عسہ |
| ۱۳۷۷ | ۴۶/۵۱ | شیخ اللہ دیا صاحب۔ موضع سوڑہ۔ ضلع میرٹھ۔ | دعسہ |
| ۱۳۷۸ | ۴۷/۵۱ | جھنگار و غن گر موضع چندن والا بجنور | عسہ |
| ۱۳۷۹ | ۴۸/۵۱ | محمد رمضان محمد قاسم صاحب فیض آباد | دعسہ |
| ۱۳۸۰ | ۴۹/۵۱ | محمد جمیل صاحب وکیل رامپور اسٹیٹ | دعسہ |
| ۱۳۸۱ | ۵۰/۵۱ | منشی مراد علی صاحب موضع بہروزہ۔ ضلع میرٹھ۔ | دعسہ |
| ۱۳۸۲ | ۳۳/۵۲ | ایس ایم مصطفی خاں صاحب۔ گیا نیوکس دنبارس | عاہ |
| ۱۳۸۳ | ۳۴/۵۲ | محمد ابراہیم صاحب۔ نجیب آباد۔ بجنور | عاہ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۸۴ | ۳۵/۵۲ | اہلیہ منشی سید محمد قمر صاحب۔ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر | صہ/ |
| ۱۳۸۵ | ۳۶/۵۲ | محمد نظر اللہ محمد عیسیٰ صاحبان۔ مئو ائمہ ضلع الہ آباد۔ | صہ/ |
| ۱۳۸۶ | ۳۷/۵۲ | محمد بن موسیٰ صاحب۔ پانڈور سملک ضلع سورت | صہ/ |
| ۱۳۸۷ | ۳۸/۵۲ | آئی۔ ایم۔ کسمت صاحب۔ کلکتہ نمبر ۱ | صہ/ |
| ۱۳۸۸ | ۳۹/۵۲ | عبد الستار صاحب۔ سہارنپور | صہ/ |
| ۱۳۸۹ | ۴۰/۵۲ | اللہ دیا فخر الدین صاحب۔ دھامپور بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۰ | ۴۱/۵۲ | فخر الدین صاحب۔ مراد آباد | صہ/ |
| ۱۳۹۱ | ۴۲/۵۲ | نور محمد صاحب۔ مانجی ضلع سہارنپور | صہ/ |
| ۱۳۹۲ | ۴۳/۵۲ | محمد ایوب صاحب۔ دھامپور۔ بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۳ | ۴۴/۵۲ | مقبول احمد میر بخش صاحب۔ ہٹور بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۴ | ۴۵/۵۲ | منشی فتح محمد صاحب۔ دہلی۔ | صہ/ |
| ۱۳۹۵ | ۴۶/۵۲ | سید تہور علی صاحب۔ جھالو۔ بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۶ | ۴۷/۵۲ | رسول عثمان غازی صاحب۔ سنت رامپور ضلع پنج محل۔ | صہ/ |
| ۱۳۹۷ | ۴۸/۵۲ | ہمشیرہ صاحبہ ماسٹر سعید احمد صاحب بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۸ | ۴۹/۵۲ | منگلو صاحب۔ فتحن پور۔ ضلع بجنور | صہ/ |
| ۱۳۹۹ | ۵۰/۵۲ | سمندا صاحب۔ نواز پور۔ سہارنپور | صہ/ |
| ۱۴۰۰ | ۱/۵۳ | ڈاکٹر محمد شفیق صاحب۔ نانوتہ۔ سہارنپور | سے/ |
| ۱۴۰۱ | ۲/۵۳ | عبد اللطیف صاحب۔ فتح گڑھ۔ فرخ آباد | سے/ |
| ۱۴۰۲ | ۳/۵۳ | ایادال صاحب۔ منڈی احمد گڑھ پٹیالہ | سے/ ۱۳ |
| ۱۴۰۳ | ۴/۵۳ | حافظ خلیل احمد صاحب۔ بیریڈیہہ۔ ضلع اعظم گڈھ | ۲ہعہ |
| ۱۴۰۴ | ۵/۵۳ | رمضان علی صاحب۔ پورن سرائے۔ آرہ | سہ/ |
| ۱۴۰۵ | ۶/۵۳ | سید محمد اشرف علی صاحب۔ کشن گنج پورنیہ | لعہ |
| ۱۴۰۶ | ۷/۵۳ | فاروق حسین غلام حسین صاحب۔ کرتپور۔ ضلع بجنور۔ | عـہ/ |
| ۱۴۰۷ | ۸/۵۳ | صوفی قطب الدین صاحب۔ میرٹھ شہر | عـہ/ |
| ۱۴۰۸ | ۹/۵۳ | عبد السلام صاحب۔ سہارنپور شہر | عـہ/ |
| ۱۴۰۹ | ۱۰/۵۳ | شیخ گلاب احمد صاحب۔ " | عـہ/ |
| ۱۴۱۰ | ۱۱/۵۳ | مولوی عبد الکریم صاحب۔ گیا (بہار) | عـہ/ |
| ۱۴۱۱ | ۱۲/۵۳ | شیخ تعلیم احمد صاحب۔ شیر کوٹ۔ بجنور | عـہ/ |
| ۱۴۱۲ | ۱۳/۵۳ | ڈاکٹر و حکیم فصیح الزماں خاں صاحب رامپور۔ اسٹیٹ۔ | عـہ/ |
| ۱۴۱۳ | ۱۴/۵۳ | حافظ عبد الشکور صاحب۔ رانی کھیت | عـہ/ |
| ۱۴۱۴ | ۱۵/۵۳ | حافظ فضل عظیم صاحب۔ دہلی | عـہ/ |
| ۱۴۱۵ | ۱۶/۵۳ | محمد یحییٰ صاحب۔ کلکتہ نمبر ۱۴ | عـہ/ |
| ۱۴۱۶ | ۱۷/۵۳ | ضمیر احمد صاحب۔ گورکھپور | عـہ/ |
| ۱۴۱۷ | ۱۸/۵۳ | نبی حسین صاحب۔ چاری۔ آرہ | عـہ/ |
| ۱۴۱۸ | ۱۹/۵۳ | محمد اسحٰق۔ بڑھاپور۔ ضلع بجنور۔ | عـہ/ |
| ۱۴۱۹ | ۲۰/۵۳ | سید معظم حسین صاحب۔ امروہہ۔ مراد آباد | عـہ/ |
| ۱۴۲۰ | ۲۱/۵۳ | اہلیہ حافظ محمد محفوظ علی صاحب۔ بہٹ ضلع سہارنپور۔ | عـہ/ |
| ۱۴۲۱ | ۲۲/۵۳ | عبد المجید خاں صاحب۔ جودھپور۔ | عـہ/ |
| ۱۴۲۲ | ۲۳/۵۳ | محمد حمید اللہ صاحب۔ سکندر آباد۔ بلند شہر | عـہ/ |
| ۱۴۲۳ | ۲۴/۵۳ | اہلیہ محمد ابراہیم صاحب۔ جائس۔ رائے بریلی | عـہ/ |
| ۱۴۲۴ | ۲۵/۵۳ | حاجی عبد الکریم حبیب الرحمٰن صاحب۔ بجنور | عـہ/ |
| ۱۴۲۵ | ۲۶/۵۳ | حکیم محمد ابراہیم صاحب۔ اکبر آباد۔ بجنور | عـہ/ |
| ۱۴۲۶ | ۲۷/۵۳ | ابراہیم حسن موجی وانکرٹ۔ کٹھور۔ سورت | عـہ/ |
| ۱۴۲۷ | ۲۸/۵۳ | مرزا امیر بیگ صاحب۔ جلیسر۔ ایٹہ | عـہ/ |
| ۱۴۲۸ | ۲۹/۵۳ | بشیر و گلشیر صاحبان۔ بھتولی۔ مظفر نگر | عـہ/ |
| ۱۴۲۹ | ۳۰/۵۳ | حکیم نیاز احمد خاں صاحب۔ بگراسی۔ بلند شہر | عـہ/ |
| ۱۴۳۰ | ۳۱/۵۳ | حکیم محمد علی صاحب ایوبی۔ شاہجہانپور | عـہ/ |
| ۱۴۳۱ | ۳۲/۵۳ | محمد حاجی ابراہیم صاحب۔ رڑکی۔ سہارنپور | عـہ/ |
| ۱۴۳۲ | ۳۳/۵۳ | کرم علی صاحب۔ فتحپور۔ بارہ بنکی | عـہ/ |
| ۱۴۳۳ | ۳۴/۵۳ | حافظ سلیم اللہ صاحب۔ بمبئی نمبر ۱ | عـہ/ |

(طابع و ناشر سید محمد ازہر شاہ قیصر۔ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس دہلی۔ مقام اشاعت دار العلوم دیوبند)

Surma Durre Najaf

# دُرِّ نجف



یہ سرمہ آنکھوں کے تمام امراض ناخونہ، ضعف بصارت، دھند، خارش، موتیا بند، جالا، پھولا، رتوندا، پڑبال اور سرخی وغیرہ کیلئے تیر بہدف ہے۔ ہر عمر میں فائدہ دیتا ہے۔ ایک قدیم طبی نسخے سے تیار کیا جاتا ہے جس میں سچے موتی اور دیگر قیمتی اجزاء شامل ہیں۔ دس سال سے ہزاروں ضرورتمندوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے اگر آپکی نگاہ درست ہے تب بھی اسے استعمال کیجئے عمر کے آخری حصہ تک نگاہ کو قائم اور تندرست رکھیگا۔ نہایت مضبوط اور عمدہ پیکنگ موسمی اثرات سے محفوظ اور تازہ۔ ایک تولہ کی شیشی کی قیمت پانچ روپے چھ ماشہ کی شیشی کی قیمت تین روپے علاوہ محصولڈاک

**نوٹ۔** بیک وقت تین شیشیاں منگانے والے کو محصول معاف۔ ایک یا دو شیشی پر ایک ہی محصول ڈاک خرچ ہوگا یعنی ہمارا جو سرمہ کی قیمت کے علاوہ ہے۔ (طلب کرنے پر خالص مس کی کیمیائی سلائی بھی سرمہ کے ہمراہ صحیح حالت میں بھیجی جاتی ہے)

## چند تعریفی خطوط کی نقلیں ملاحظہ فرمایئے

شیخ الحدیث حضرت مولانا **حسین احمد** صاحب مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کا سرمہ اس درجہ مفید ہے کہ اس کی توصیف میں آپ جو چاہیں میری طرف سے لکھدیں میں اس کی تصدیق کروں گا۔

مولانا **شبیر احمد** صاحب عثمانی تحریر فرماتے ہیں

میں نے سرمہ نجف استعمال کیا اور دوسرے اعزاء کو استعمال کرایا قبل اسکے بہت سے سرمے میں نے استعمال کئے سب سے اچھا اور بہتر اسے پایا۔ مجھے امید ہے کہ جو شخص اسکو استعمال کرے گا وہ میرے بیان کی تصدیق نہ صرف زبان سے نہیں بلکہ آنکھوں سے کرے گا۔

مولانا قاری **محمد طیب** صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند رقمطراز ہیں

میں نے یہ سرمہ استعمال کیا۔ آنکھوں کو تقویت اور جلا دینے میں مفید پایا۔ امید ہے کہ اہل بصیرت اس بصارت افزاء سرمہ کا استعمال کرکے اسی نتیجہ پر پہنچینگے جس پر بعد تجربہ کے میں پہنچا ہوں۔

ڈاکٹر **ظفر یار خاں** صاحب ایم بی آئی ایس ایم آئی

(ریٹائرڈ ملٹری سرجن لکھنؤ)

سرمہ نجف آنکھوں کی بیماریوں کیلئے بہت فائدہ مند ہے میں نے بہت سے مریضوں پر استعمال کیا۔ اس کے استعمال سے آنکھوں کی روشنی میں ترقی ہوتی ہے۔

حکیم **کنہیا لال** صاحب وید سہارنپور

سرمہ نجف اکثر مریضوں کو دیا گیا اور اس کے استعمال سے ان کو فائدہ پہنچا۔ سرمہ نجف آنکھوں کے امراض کے واسطے نہایت مفید ہے۔ میں پبلک سے سفارش کرتا ہوں کہ اسکے استعمال سے فائدہ اٹھائیں۔

ڈاکٹر **انعام الحق** صاحب ایل ایم ایس ریٹائرڈ

ایف۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایس۔ رئیس مارہرہ

میں نے سرمہ نجف کو اپنے بہت سے مریضوں پر استعمال کیا آنکھوں کے امراض میں مفید پایا میں ہمیشہ ہر شخص کو یہ رائے دونگا کہ اس سرمہ کو استعمال کریں۔

**ساہو جوالا سرن** صاحب رئیس اعظم مرادآباد ممبر کونسل

میں نے سرمہ نجف کا استعمال کیا نہایت مفید پایا۔

خانبہادر مولوی حاجی حکیم **محمد علی خاں** صاحب

عرف ننھے میاں رئیس اعظم

سرمہ نجف بہت عمدہ سرمہ ہے۔ میں نے بہت سے شخصوں کو دیا۔ انھوں نے استعمال کیا اور بے حد تعریف کی۔

حضرت مولانا مولوی **سید اسمٰعیل** صاحب بی۔ آئی

پیش امام جمعہ جماعت امامیہ بلگرام

میں نے سرمہ نجف استعمال کیا۔ بصارت کو جلا دینے میں بہت مفید پایا۔ امید ہے کہ جو اسے استعمال کریگا وہ میرا ہمنوا رہے گا۔

**انکے علاوہ بھی اور بہت سے خطوط موجود ہیں**

## ہندوستان کا پتہ:- دار الفیض رحمانی دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ یو، پی

پاکستان کا پتہ:- شیخ سلیم اللہ صاحب معرفت جٹ لینڈ لائنز کراچی پاکستانی حضرات اس پتہ پر قیمت سرمہ مع محصولڈاک روانہ کرکے رسید منی آرڈر ہمیں بھیجدیں

کتبہ امتیاز دیوبند

# جلیل القدر علمائے دیوبند کی چند بہترین تصانیف

اولۂ کاملہ مصنفہ مولانا محمود حسن صاحبؒ شیخ الہند قیمت ۳/

ایضاح الادلہ۔ شرح ادلۂ کاملہ

مرثیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

تزکیۃ الخواطر۔ مصنفہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری

تحقیق الکفر والایمان

ردّ تناسخ ۱۰/

دفع المعارج عن طریق المعراج

کلمۃ الحق ۸/

مطرقۃ الحق

نعمت الحق ۸/

سفرنامہ شیخ الہند مصنفہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہٗ

سلاسل طیبہ۔ مصنفہ ،،

ڈاڑھی کا فلسفہ ۱/

الشہاب الثاقب

خطبات ماثورہ کلاں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ۔ مولانا شاہ محمد اسمعیل شہیدؒ۔ حضرت تھانوی اشرف علی صاحبؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہٗ خطبۂ استسقاء وخطبہ عیدین اور خطبات نکاح وغیرہ کو یکجائی طور حال ہی میں طبع کرایا ہے قیمت ۸/

تیسیر المبتدی کامل اردو۔ درسی کتب اس کے پڑھنے سے بہت جلد فارسی اور عربی کی استعداد ہو جاتی ہے قیمت ۱/

---

اصلاح الرسوم مع دلیل ... مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحبؒ قیمت

آداب معاشرت مصنفہ ،، ۴/

جمال القرآن ۴/

دعائے حزب البحر والبر واسماء بدریین مصنفہ مولانا اشرف علی صاحبؒ قیمت ۸/

حفظ الایمان ۳/

طریقۂ میلاد ۳/

اعمال قرآنی ۱۰/

الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد ۹/

الخطب الماثورہ۔ مترجم

تنویر السراج فی لیلۃ المعراج

القول البدیع ۵/

تحقیق تعلیم انگریزی ۱/

---

العقل والنقل مصنفہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۱۲/

الجہاد الکبیر ۴/

الاسلام ۸/

[illegible] سنیہ

درد دل مصنفہ موصوف الصدر ۱/

اعجاز القرآن

الجواب المتین۔ مصنفہ مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیمت ۸/

دست غیب ۳/

رحمت رضوان ۱/

رفیق سفر کلاں ۳/

علم الاولین ۱/

فرحۃ الصائمین ۲/

الصالحات ۸/

---

سلمان فارسیؓ کا اسلام مرتبہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدظلہٗ قیمت ۳/

دیوان حماسہ محشی بحواشی

شرح نقایہ محشی

مفید الطالبین ۶/

قصائد حبیب از مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند قیمت

لامیۃ المعجزات

تعلیمات اسلام

حقیقت مرزا ۴/

بیاض محمدی کلی معروف بہ عطاء المنان مصنفہ مولانا قاری حافظ ابو محمد مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ عملیات وتعویذات میں بہترین کتاب قیمت ۱۲/

شرح شاطبی ملا علی قاری۔ فن قرأت کی مشہور کتاب ہے قیمت

مرقات مع حاشیہ مرآت۔ علم منطق کی مشہور کتاب ہے۔ قیمت ....

مکتوبات شیخ الہند۔ حضرت شیخ الہند کے خطوط کا مجموعہ قیمت ۱/

فیصلہ مقدمہ بہاولپور۔

شب برات مصنفہ مولانا محمد شفیع صاحب ۱/

فوائد مکیہ از قاری عبدالرحمن صاحب مکی ۲/

اوثق العریٰ از مولانا سید محمد صاحب ۳/

الرأی النجیح فی عدد رکعات التراویح اردو

زبدۃ المناسک ۸/

فتاوی میلاد شریف ۲/

---

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی اور رقت آمیز مواعظ و پاکیزہ عادتیں ہیں

## تاریخ الاسلام

اردو

اس سلسلہ کے پہلے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور دوسرے حصہ میں مدنی زندگی، غزوات اور جہاد، ان کے دردانگیز سانحے، رقت آمیز مواعظ، اصول سیاست اور معاشیات کے معلم جملے، دینی اور دنیوی ترقیات کے ذمہ دار اقوال، کمال آموز اخلاق عالیہ۔ اور تیسرے حصہ میں آداب مجلس، نظام الاوقات، یعنی حضورؐ کا یومیہ پروگرام۔ حلیہ مبارک، اثاث البیت، خانگی تعلقات ازواج مطہرات وغیرہ وغیرہ کا ذکر بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ کیا گیا ہے خصوصیت سے بچوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اسی وجہ سے دارالعلوم دیوبند اور جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد اور دیگر بہت سے مدارس میں اور اسکولوں انجمنوں میں یہ سلسلہ داخل کورس ہے اور حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہٗ نے مرادآباد میں قیدیوں کو پڑھایا ہے۔ قیمت حصہ اول ۱۰/ دوم ۱۲/ سوم ۸/

کامل ہر سہ حصہ

ملنے کا پتہ :- مولوی سید احمد مالک کتبخانہ اعزازیہ دیوبند یوپی

---

مذکورہ بالا کتب اور دیگر ہر قسم کی عربی، فارسی، اردو کتب اور قرآن مجید و حمائلیں معری و مترجم نہایت عمدہ و ارزاں

ملنے کا پتہ :- مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (یوپی)